



۲۷۵
۲ ــــ ۳۳

مرزائی اور نوجوان

ڈاکٹر اقبال مرحوم نے ایک دفعہ مجھے کسی کام کے لیے بلایا۔ میں حاضر ہوا تو وہ حجامت بنوا رہے تھے۔ میں نے باتوں باتوں میں ان سے سوال کر دیا۔ کہ ڈاکٹر صاحب! نوجوان زیادہ تر مرزائی کیوں ہو رہا ہے؟ تو انہوں نے ہاتھ سے منہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا، کہ مولوی صاحب! روٹی کے لیے۔ مرزائی بیٹی کا رشتہ دیتے ہیں اور نوکر بھی کرا دیتے ہیں۔ نوجوان کو اور کیا چاہیئے۔ بیوی بھی مل گئی اور روٹی کا سوال بھی حل ہو گیا۔

ملفوظات طیبات حضرت لاہوری

صنہ ۲۰۰

13.7.79

احادیث الرسول

مولانا حمیدالرحمٰن صاحب

وَعَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَبَّکُمْ حَیٌّ کَرِیْمٌ یَسْتَحْیِیْ مِنْ عَبْدِہٖ اِذَا رَفَعَ یَدَیْہِ اِلَیْہِ اَنْ یَّرُدَّھُمَا صِفْرًا ۔ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: اور حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ بڑا حیا دار بڑا سخی ہے اسے حیا آتی ہے کہ جب اس کے بندوں میں سے کوئی بندہ اس کی طرف اپنے دونوں ہاتھ دعا کی خاطر اٹھائے کہ اس کے ہاتھ خالی واپس کر دے۔

تشریح

اس حدیث پاک میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو یقین دلایا ہے کہ جب تم دعا کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہاری دعا ضرور قبول کریں گے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی کے یہ منافی ہے کہ سائل کا ہاتھ خالی واپس کر دے مگر اتنی بات ہے کہ یہ لازم نہیں کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی مطلوبہ چیز ہی عنایت فرمائے بلکہ کبھی تو مطلوبہ چیز عنایت فرمائے گا اور کبھی نعم البدل اور کبھی اس کا اجر و ثواب عطا کریگا کیونکہ وہ حکیم ہے وہ بہتر جانتا ہے کہ بندہ کے لیے کون سی چیز بہتر ہے اور کون سی مضر ہے۔

وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْتَحِبُّ الْجَوَامِعَ مِنَ الدُّعَاءِ وَیَدَعُ مَا سِوَا ذٰلِکَ ۔ (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جامع دعاؤں کو پسند فرماتے تھے اور اس کے ماسوا کو چھوڑ دیتے تھے۔

تشریح

اس حدیث پاک میں جو لفظ جوامع آیا ہے یہ جامعہ کی جمع ہے۔ اس کے کئی معنی ہو سکتے ہیں۔ یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد دنیا اور آخرت دونوں کے لیے دعا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ الفاظ تھوڑے مگر مطلب خیز قسم کے ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد اجتماعی دعا ہو اس میں تعلیم ہے کہ امت کو بھی اس طرح کرنا چاہیئے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَسْرَعَ الدُّعَاءِ اِجَابَۃً دَعْوَۃُ غَائِبٍ لِغَائِبٍ ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے زیادہ دعا وہ قبول ہوتی ہے جو غائب کی غائب کے لیے ہو۔

تشریح

اس حدیث پاک میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا ہے کہ اگر

(باقی ہے)



۱۷ / ۲۴ شعبان ۹۹ھ ❊ ۱۳ / ۲۰ جولائی ۷۹ء

جلد ۲۵ ❊ شمارہ ۵ ۲ ـ ۳

محکمہ ڈاک کی ہڑتال کے پیشِ نظر
شمارہ ۲ ـ ۳ اکٹھا شائع کیا جا رہا ہے

اس شمارے میں

رئیس الادارہ

پیرِ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہٗ

مدیر منتظم : میاں محمد اجمل قادری

مدیر : محمد سعید الرحمٰن علوی

مدیر معاون : صالح محمد حضروی

بدل اشتراک	سالانہ ۶۰/۰۰ روپے ، ششماہی ۳۰/۰۰ روپے
	سہ ماہی ۱۵/۰۰ روپے - فی پرچہ ۱/۵۰ روپیہ

یہ ہے ہماری انتظامیہ

روزنامہ جنگ کراچی کی اشاعت مجریہ ۳ ر جولائی کی ایک خبر ہے جس میں بتلایا گیا ہے کہ تین انتہائی خطرناک ملزم کراچی پولیس کی حراست سے فرار ہو گئے۔ جس کے بعد انہوں نے جی بھر کر جرائم کیے اور اب تک گرفتار نہیں ہو سکے۔ ان میں ایک مجرم رشید عرف لاہوری بادشاہ کو پولیس نے ایک فلیٹ سے گرفتار کیا۔ اس نے کراچی میں ایک ماہ کے اندر دو درجن کے قریب وارداتیں کی تھیں۔ گرفتاری کے بعد اس سے کچھ مال برآمد ہو چکا تھا کہ "پولیس ملزم کی خواہش کے مطابق چار روز قبل اسے بازارِ حسن میں دادِ عیش کے لیے لے گئی جہاں پولیس کی موجودگی میں ملزم نے کافی تفریح کی اور موقع ملتے ہی فرار ہو گیا"۔ دوسرا ملزم پولیس کی گرفتاری کے بعد جیل سے عدالت لایا گیا اور پولیس کی حراست میں بغدادی کے علاقے میں غنڈہ ٹیکس وصول کرنے آیا۔ پھر وہ اسی موقعہ پر فرار ہوا اور اس نے پھر سے قتل و غارت گری کا بازار گرم کر دیا۔ ایک سینما کے کیشیئر کو قتل کیا اور اسی رات چھ ہوٹلوں کو لوٹا جبکہ تیسرا ملزم پولیس کی حراست سے چلتی ہوئی ٹرین سے کود کر فرار ہو گیا اور اس نے فرار ہونے کے بعد درجن سے زائد کاریں لوگوں کو دھمکا کر ہتھیا لیں۔ خبر میں بتلایا گیا ہے کہ "پولیس کی جانب سے ملزمان کی گرفتاری میں اب تک عدم دلچسپی پائی جاتی ہے"۔

ہم نے اس خبر کا خلاصہ پوری ذمہ داری سے اپنے قارئین کے سامنے پیش کر دیا اور اس سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ "انتظامیہ محترمہ" کا کردار لوگوں کے سامنے آسکے اور

لوگوں کو معلوم ہو سکے کہ اربوں کے ٹیکسز جن کا بوجھ آئے سال ان پر لادا جاتا ہے وہ کن لوگوں کی تنخواہ اور بھتّے میں خرچ ہوتا ہے۔

اندازہ فرمائیں کہ بدنام ترین مجرم اور پولیس اپنی معیت میں انہیں بازار حسن لے جاتی ہے اور غنڈہ ٹیکس وصول کرنے کے لیے خود اس کے ساتھ جاتی ہے۔ بازار حسن میں جو "کارنامے" سرانجام دیئے گئے ہوں گے ان میں اور غنڈہ ٹیکس میں خود پولیس نے کتنے ہاتھ رنگے ہوں گے۔ اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں۔ ہمارے یہاں مسائل و جرائم کی اصل جڑ و بنیاد انتظامیہ تھی اور ہے۔ جب تک اس کو لگام نہیں دی جائے گی اس وقت تک مسائل کا حل ہونا اور جرائم کی بیخ کنی ناممکن ہے۔

انتظامیہ اپنے روائتی طرز عمل سے ہر دور کے حکمرانوں کے ناک کا بال بن جاتی ہے اور پھر جو من مانیاں کرتی ہے ان سے ہر کوئی واقف ہے۔ جنرل ضیاء الحق جو بڑے حسین وعدوں کے ساتھ سامنے آئے ان کے اقتدار کا سنگھاسن آج اگر ڈانواں ڈول ہے اور ہر طرف بے چینی پائی جاتی ہے اور بڑے خوبصورت اعلان اپنی افادیت کھو رہے ہیں تو اس کا بنیادی سبب یہی "محترمہ" ہے جس کو انتظامیہ کہا جاتا ہے۔

کس قدر المناک ہے یہ حقیقت کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ابھی تک بازار حسن آباد ہیں۔ اور لاہور جیسے شہر میں تو یہ دھندا عالمگیر مرحوم کی مسجد کے پہلو بہ پہلو ہو رہا ہے۔ جب آپ شرعی سزائیں نافذ کرتے ہیں تو آپ کو جرائم کے استیصال کی فکر بھی تو کرنی چاہیئے۔ یہ کیا ہوا کہ آپ کی نگرانی و سرپرستی میں بازار حسن قائم ہوں وہاں دھندا کرنے والوں کے لیے پرمٹ اور لائسنس بھی جاری ہوتے ہوں۔ جب آپ نے پچھلے دور کی طرح "جائز و ناجائز بدکاری" کا چکر قائم ہی رہنا ہے تو پھر سزا کیوں اور کیسی؟ اور پھر ستم تو یہ ہے کہ خطرناک ڈاکو کو پولیس وہاں لے جاتی ہے دوسرے کو اپنی سرپرستی میں غنڈہ ٹیکس وصول کرنے کا موقع دیتی ہے۔ یہ پولیس اہل کار اس قابل نہیں کہ انہیں مستحق رعایت سمجھا جائے بلکہ انہیں بانیٔ پاکستان کے مزار کے سامنے کھڑا کرکے گولیوں سے اڑا دینا اور پھر ان کی لاشوں کو عبرت پذیری کے لیے ہفتہ بھر لٹکائے رکھنا ازبس ضروری ہے بلکہ ہم اس سے آگے بڑھ کر کہیں گے کہ سندھ کا آئی جی اور گورنر صاحب اس شرمناک صورت حال کی ذمہ داری قبول کرکے فوراً مستعفی ہو جائیں۔ نہیں تو مرکزی حکومت ان کی چھٹی کرائے اور ان کے ساتھ ہی اپنے مرکزی وزیر داخلہ کی بھی تاکہ کچھ تو احساس ذمہ داری پیدا ہو ——— پولیس کے معاملہ میں آئے دن اس قسم کی چیزیں سامنے آتی ہیں لیکن آج تک کسی نے اس کی اصلاح کی طرف توجہ نہیں دی زیادہ سے زیادہ تیر مارا تو سپاہی یا تھانیدار کو لائن حاضر کر دیا ——— اور لائن حاضری بھی تھانیدار تک محدود رہتی ہے جب کہ جرائم کی مبینہ آمدنی "اوپر" تک تقسیم ہوتی ہے اور یہ بات بالکل واضح ہے۔ اس لیے ہم درخواست کریں گے کہ ملک و ملّت کو موجودہ صورت حال سے محفوظ کرنے کے لیے انتظامیہ کا سختی سے احتساب کیا جائے اور اس واقعہ کو بنیاد بنا کر کراچی سے بسم اللہ کی جائے ——— اگر ایسا نہ

(باقی ... پر)

مجلسِ ذکر

ضبط و ترتیب:
صاحب محمد حضروی

محاسبۂ اعمال

پیر طریقت حضرت مولانا عبدالشہید انور دامت برکاتہم

یا ایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم و اھلیکم ناراً وقودھا الناس والحجارۃ صدق اللہ العظیم۔

خداوند عالم کا بے پایاں احسان ہے جو اپنی یاد کے لیے ہم گنہگاروں کو ہر جمعرات مل بیٹھنے کا موقع عطا فرماتا ہے۔ اس نعمت کا جس قدر شکریہ ادا کیا جائے کم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنا شکرگزار بندہ بنائے اور اس نعمتِ ذکرِ الٰہی کی قدر نصیب فرمائے۔ آمین۔

قرآن کریم کی جو آیت تلاوت کی گئی اس کا خلاصہ یہی ہے کہ اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ جس آگ کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔

یہ خطاب عام نسلِ انسانی کے لیے نہیں بلکہ خاص ایمان والوں کے لیے ہے۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ صرف ایمان لانا اللہ کی ذات و صفات پر، رسول ﷺ اللہ کی رسالت و ختم نبوت پر، ملائکہ و آسمانی کتابوں پر، انبیاء و رسل پر اور جنت و دوزخ کے برحق ہونے پر۔ جنت میں داخلہ کے لیے کافی نہیں۔ بلکہ ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ بھی لازمی و ضروری ہیں۔ اخروی نجات فقط ایمان پر موقوف نہیں بلکہ ایمان کے ساتھ اعمالِ حسنہ بھی شامل ہیں۔ سورۃ والعصر میں ارشاد ہوتا ہے۔ وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔ کہ جب تک ایمان کے ساتھ نیک اعمال کا وافر ذخیرہ نہ ہوگا۔ انسان نقصان و خسران میں رہیگا۔ ہمارے مل بیٹھنے کا سب سے بڑا مقصد یہی ہے کہ اللہ کا ذکر ہماری غذا بن جائے اور ہم صرف نام کے مسلمان نہ بنیں بلکہ نیک اعمال کے خوگر اور کام کے مسلمان بنیں۔

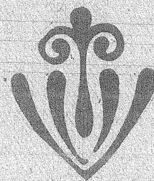
عمل مسلمان بننے کے لیے بہترین نسخہ یہ ہے کہ ہم دوسروں کے عیب و نقائص، برائیوں اور بداعمالیوں پر لعن طعن اور تنقید و نفرت کرنے کے بجائے اپنے اعمال کا محاسبہ کریں۔ آپ میں سے بعض حضرات تاجر ہیں بعض ملازمت پیشہ، بعض کسان ہیں تو بعض زندگی کے دوسرے شعبوں سے منسلک۔ آپ کو جب بھی فارغ وقت ملتا ہوگا آپ اپنے مستقبل کے متعلق سوچتے ہوں گے کہ ہمیں تجارت میں کیونکر نفع ہو، ملازمت میں ترقی کیسے ہو، سال رواں میں موجودہ فصل پر زیادہ سے زیادہ منافع کن طریقوں سے حاصل کیا جائے۔ یہ تمام باتیں ہم اپنے مستقبل کو تابناک اور درخشندہ بنانے کے لیے سوچتے ہیں اور سوچنا بھی چاہیے۔ کیونکہ اسلام صرف عبادات کے مجموعہ

کا نام نہیں بلکہ اسلام میں عبادات کے ساتھ معاملات بھی ہیں اور یہ امور معاملات میں شامل ہیں۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارت کی۔ صحابہ کرام رضؓ نے کھیتی باڑی کی۔ ان سے بہتر ہمارے لیے کوئی اسوہٴ حسنہ نہیں۔ انہی امور کی جانب خود ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترغیب دلائی کہ لَا رُھْبَانِیَۃَ فِی الْاِسْلَامِ۔ اسلام میں رہبانیت اور ترکِ دنیا نہیں ہے لیکن اتنی گذارش ہے کہ جب ہم اپنے فارغ اوقات میں دنیا کا سوچتے ہیں کہ آج کتنا نفع ہوا اور کتنا خسارہ اور کل کس طریق سے خسارہ کو پورا کیا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمیں آخرت کی زندگی کے نفع کے لیے بھی سوچنا چاہیے کہ ہم نے آج تک کتنے بُرے کام کیے اور کتنے نیک اعمال سے اپنی آخرت کی بہتری کے لیے ذخیرہ اکٹھا کیا۔ مال کے ساتھ اعمال کا بھی محاسبہ ہونا چاہیے۔

آج گرمی سے بچاؤ کے لیے ہمارے گھروں میں بجلی کے پنکھے ہیں، ڈیزرٹ کولر ہیں، ائیر کنڈیشنڈ ہیں، دنیا کی یہ معمولی سی گرمی اور حرارت ہم سے برداشت نہیں ہو سکتی تو سوچنا چاہیے کہ جہنم کی آگ کی گرمی و حرارت جو دنیا کی اس گرمی اور حرارت سے کئی گنا زیادہ ہے اس سے بچاؤ کے لیے ہم نے کیا تیار کیا ہے۔ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو ہم جہنم کی آگ سے کیونکر بچا سکتے ہیں اس کی ہمیں فکر ہونی چاہیے۔ جب اس فکر کے لیے ہمارے دل و دماغ بیدار ہو گئے تو ہماری زندگی کا دھارا بھی بدل جائے گا۔ ہمارا رُخ برائیوں کی بجائے نیک امور کی طرف ہو گا۔ آج ہم سے ہر شخص یہ تہیہ کر کے اٹھے کہ میں اپنے اعمال کا فارغ اوقات میں ضرور محاسبہ کروں گا۔

محاسبہ کروں گا۔ اگر وقت فارغ نہ بھی ہوا تو اپنے اعمال کے محاسبہ کے لیے وقت فارغ کروں گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی اصلاح کی فکر نصیب فرمائے اور نیک اعمال کی وافر توفیق مرحمت کرے۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔



بقیہ: احادیث الرسولؐ

کوئی انسان دعا جلدی قبول ہونے کی خواہش رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے اس کی عدم موجودگی میں اس کے لیے دعا کرے۔ یہ اخوت اور بھائی چارے کا اعلیٰ ترین ثبوت ہے ایسا کرنے سے اللہ پاک دونوں کی دلی دعائیں قبول فرماتے ہیں۔

اعلان

جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان کی مرکزی مجلس عمومی کا اجلاس ۲۱-۲۲-۲۳-۲۴ جولائی بمقام سنا، زیارت کوئٹہ میں طلب کر لیا گیا ہے۔

ایجنڈا

۱۔ دستور میں ترمیم

۲۔ جمعیۃ طلبہ اسلام کی پالیسی اور لائحہ عمل۔

۳۔ دیگر امور با اجازت صدر

نوٹ: مرکزی مجلس عمومی کے جن ارکان کو دعوت نامہ نہ ملا ہو وہ اس اعلان کو دعوت نامہ تصور کر کے بروز جمعہ ۲۰ جولائی شام ۵ بجے تک کوئٹہ پہنچیں۔

ندیم اقبال اعوان
مرکزی ناظم اعلیٰ

خطبہ جمعہ

مسلمان کا مرنا جینا

صرف

دینِ حق کی سربلندی کی خاطر ہونا چاہیئے!

○ جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عُبید اللہ انور مدّظلہم ○

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ لاسیما علیٰ رسولہ المجتبیٰ وعلیٰ آلہ واصحابہ ومن بعدہ مقتدیٰ ——— امّا بعد
اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم :-

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝

محترم حضرات! سورۂ انعام کے بیسویں رکوع کی آٹھویں آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ :-

(اے پیغمبر برحق) آپ کہہ دیجئے کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا مرنا اور جینا اللہ ہی کے لیے ہے جو پالنے والا ہے سارے جہان کا۔ کوئی نہیں شریک اس کا اور یہی مجھ کو حکم ہوا اور میں سب سے پہلے فرمانبردار ہوں۔

ترجمہ سے آپ نے معلوم کر لیا ہوگا کہ ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے ایک مومن حقیقی کی موت وحیات اور اس کے تمام افعال و اعمال کی غرض و غایت بتلائی ہے۔ کہ اس کا مرنا جینا اور اس کے اعمال و افعال صرف اور صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا و خوشنودی کی خاطر وقف ہونا چاہیے۔ زندگی کے ایک لمحہ کا کوئی عمل بھی ایسا نہ ہو جس میں اللہ کے سوا کسی دوسرے کی رضا مطلوب ہو بلکہ اس کا تصور تک بھی ذہن انسانی میں نہ آنا چاہیئے۔

اس معاملہ میں احتیاط کا اس حد تک لحاظ رکھا گیا کہ جناب نبی کریم علیہ السلام نے "ریا" کو بھی شرک قرار دیا۔ کہ اس میں انسان اپنے نیک اعمال دوسروں کو دکھانے کا متمنی ہوتا ہے اور اس طرح اللہ کے سوا دوسروں سے کسی سفا دیا کم از کم واہ واہ کی توقع رکھتا ہے۔

مفسرین نے سورۂ یوسف کے بارہویں رکوع کی دوسری آیت کے ضمن میں بالتصریح لکھا ہے کہ ریا اور ہوا پرستی سے توحید کے چشمہ صافی کو گدلا کرنے والے بھی ایک طرح مشرکین کے زمرہ میں شامل ہیں ——— (اعاذنا اللہ تعالےٰ)

الغرض عرض یہ کر رہا تھا کہ انسان کے احساسات جذبات اتنے بلند تر ہونے چاہئیں کہ مالک و خالق حقیقی کے سوا نہ کوئی اس کے پیش نظر ہو اور نہ ہی کسی کی خوشی و ناخوشی کی اسے پرواہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اس آیت کریمہ سے متعلق مفسرین کا ارشاد ہے کہ

"اس آیت میں توحید و تفویض کے سب سے اونچے مقام کا پتہ دیا گیا ہے"۔ (مفسر عثمانی)

اگر کوئی آدمی بظاہر کتنے ہی نیک اعمال کرے لیکن اس کے قلب و نظر میں حضرت حق کے سوا کوئی اور بستا ہو تو یاد رکھیں وہ عذاب جہنم سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ایک شہید و سخی اور عامل قرآن کے متعلق

وجود ہے کہ انہیں بارگاہ رب العزت میں لایا جائیگا اللہ تعالیٰ انہیں اپنے انعامات یاد دلائیں گے اور جواباً ان سے شکرگزاری کی کیفیت پوچھیں گے وہ جان و مال کی قربانی اور خدمتِ دین و علم کے ذریعہ اپنے شکرگزار ہونے کا اظہار کریں گے لیکن دلوں کے بھید جاننے والا فرمائے گا کہ یہ سب کچھ اس لیے تھا کہ تم دنیا کی واہ واہ کے مستحق ہو جاؤ سو ایسا تو ہو گیا۔ اب تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے۔ آپ اندازہ لگائیں کہ جان قربان کر دی، مال خرچ کیا اور وعظ تقریریں کیں۔ طلبہ کو پڑھایا لیکن بدبختی لے ڈوبی (خدا بچائے) اس لیے میں نے آیت کریمہ کی روشنی میں عرض کیا کہ مسلمان کے لمحات زندگی کا مصرف بھی یہ ہو کہ رب العالمین راضی ہو جائیں۔ اور موت آئے تب بھی اسی حال میں۔ کسی چھوٹے بڑے عمل کی توفیق ہو تو وہ بھی اسی غرض سے کیا جائے کہ میرا مالک راضی و خوش ہو جائے۔ یہ ہے حقیقی معنوں میں ایمان اور یہ ہے حقیقی توحید! کوئی خوف ولالچ، حرص و ڈر مومن کی راہ کا روڑا نہ بننے پائے اور وہ پورے عزم و استقلال کے ساتھ پیغمبر علیہ السلام کی بتلائی ہوئی شاہراہ اعظم پر چلتا جائے۔ حتیٰ کہ اس راہ میں موت آجائے تب بھی گریز نہ کرے بلکہ اپنے آپ کو خوش قسمت و سعادت مند سمجھے۔

حقیقت میں دیکھا جائے تو وہی لوگ نیک بخت اور سعادت مند ہیں جنہیں قدرت نے حسن عمل کی توفیق فرما دی۔ کیونکہ یہ توفیق بھی تو انہی کے فیض کرم کا صدقہ ہے وہ نہ چاہیں تو نیکی کے لیے ایک قدم نہ اٹھ سکے ؎

میری طلب بھی اسی کے کرم کا صدقہ ہے
یہ قدم اٹھتے نہیں اٹھائے جاتے ہیں!

مرحوم شاہ فیصل جن کے بدکردار بھتیجے کو ان کے قتل کے جرم میں ابھی چند ماہ پہلے سزا دی گئی۔ اس کے احمقانہ خیالات آپ لوگوں نے اخبارات میں پڑھ لیے ہوں گے کہ جب جرم ثابت ہو گیا اور اسے سوئے مقتل لے جایا گیا تو اس نے وہاں بھی کہا کہ میں نے اپنے چچا کو اس لیے قتل کیا کہ وہ دنیا میں اسلام پھیلانے کے متمنی تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ بدبخت شہزادہ جس پر شاہ مرحوم کے بڑے احسانات تھے اتنا محسن کش ثابت ہوا کہ وہ انہی کی جان کے درپے ہو گیا۔ اور ہوا کیوں؟ اس لیے کہ دنیا میں اسلام پھیلانے کے جذبات اور اس سلسلہ میں ان کی جدوجہد اور کوشش اس کو ناپسند تھی۔

بہرحال وہ نامراد اپنے کیے کی سزا بھگت چکا۔ لیکن شاہ مرحوم کتنے سعادت مند ہیں کہ جیتے جی حرمین شریفین کی خدمت کا شرف انہیں حاصل رہا۔ اللہ کے گھر اور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے روضہ مبارک کی زیارت کرنے والے مسافروں کی آسائش و آرام کا انہیں ہر وقت خیال رہا اور اس سلسلہ میں انہوں نے سرمایہ خرچ کرنے میں دریغ نہیں کیا۔ اس کے علاوہ دنیا میں جہاں کہیں اہل اسلام پر انہیں آفت نازل ہوتی نظر آتی تو وہ آگے بڑھے اور ان کو سنبھالا دیا۔ پھر اس پر کسی صلہ و ستائش کی تمنا بھی نہ پرواہ۔

اور جب موت آئی تو اس طرح کہ ان کی یہی اسلام دوستی ان کا سب سے بڑا جرم بن گئی۔ تاہم یقین ہے کہ وہ تو کامیاب ہو گئے کیونکہ ان کے سامنے ایک مومن کا مشن تھا انہوں نے حتی المقدور اسے نبھایا۔ باقی جن کی نظر میں وہ مجرم تھے وہ خود اپنے کیے کا خمیازہ بھگت رہے ہیں۔ اسی طرح تاریخ اسلام کے مختلف ادوار میں اس قسم کے سعادت مندوں کی داستان بکھری پڑی ہے جنہوں نے مقصد زندگی کو سمجھا اور پھر اپنا سب کچھ اس مقصد پر نچھاور کر دیا۔

اس سلسلہ کی سب سے پہلی کڑی حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان ہیں جو جماعت انبیاء کے بعد اللہ کی اس دھرتی پر یقیناً سب سے افضل و اعلیٰ

ہیں خدا نے انہیں اپنی جماعت کہا۔ اپنے آخری نبی کی رفاقت کے لیے انہیں چنا اور چار دانگ عالم میں دین کی تشہیر و اشاعت کا بلند ترین کام ان سے لیا۔

ان حضرات نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ لیکن مقصد سے انحراف نہیں کیا۔ تنہا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہی لیجئے انہوں نے اپنی بے پناہ دولت اسلام و اہل اسلام کی سربلندی کے لیے خرچ کر دی۔ حتیٰ کہ آخری وقت میں مظلومی کے عالم میں شہید ہو گئے جب کہ آپ دنیا کے ایک بڑے حصہ کی بلا شرکت غیرے فرمانروا تھے لاکھوں فدائیین آپ کو بچانے کے لیے اپنی زندگی قربان کر دینے کے آرزو مند تھے لیکن پیغمبر اقدس علیہ السلام کے اس باحیا اور جلیل المرتبت یار و داماد نے اپنی زندگی کی خاطر ملت میں خانہ جنگی کی اجازت نہیں دی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اس کے بعد تاریخ کا ایک ایک ورق الٹیں آپ کو بلا نوشانِ محبت کی اتنی بڑی تعداد ملے گی کہ جنہوں نے اِنّ صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ کا مفہوم صحیح طریق سے سمجھا اور اس پر عمل پیرا ہوئے بعد کے ادوار میں حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ اور ان کا خاندان نیز بعد میں ان کی معنوی اولاد اکابرین دیوبند کثر اللہ سوادھم اس قرآنی رمز کے حقیقی رمز شناس ثابت ہوئے اور جس وقت جس انداز سے اسلام نے قربانی کا تقاضہ کیا انہوں نے اس تقاضہ کو پورا کیا۔

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے سب سے پہلے تو دنیا کے بدلے ہوئے حالات کو سمجھا اور آنے والے وقت میں زندگی کے مختلف شعبوں میں جو تبدیلیاں متوقع تھیں ان کا شافی حل پیش کیا۔

کمیونزم کا علمبردار کارل مارکس ابھی دنیا میں نہیں آیا تھا کہ اس مفکر اسلام اور حکیم الامت نے اسلام کے نظام عدل و احسان کو پوری تر و تازگی کے ساتھ دنیا کے سامنے رکھا۔ اور یہی پُر بہار نظام حیات جب روس کی خدا بیزار قیادت کے سامنے مولانا سندھیؒ نے رکھا تو وہ عش عش کر اٹھے لیکن مشکل یہ پیش آئی کہ جتنا خون بہنا تھا وہ بہہ چکا اور یہ کہ اس نظام کا ہمیں پہلے سے پتہ ہوتا تو ایک قطرہ خون کے بغیر سارے مسائل حل ہوتے۔ حضرت شاہ صاحب نے سیاسی اعتبار سے بھی حالات کو جانچا۔ احمد شاہ ابدالی کو دعوت دی اور پھر ایک مستقل تحریک جہاد کی نیو ڈال گئے۔ جس کو بعد میں آپ کے خلف الرشید حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ نے خون جگر سے سینچا اور سید احمد شہید و شاہ اسمٰعیل علیہما الرحمۃ نے جان کی قربانی دے کر اسلامیت کے حسن میں اضافہ کیا۔

اس کے بعد ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں اس خاندان کے وارثوں کی دلیرانہ اور مجاہدانہ کوششیں، شاملی کے معرکے، پہلی اور دوسری جنگ عظیم میں جبری بھرتی کے خلاف مورچہ بندی اور سیاست کے نئے انداز میں آزادی و حریت کے لیے طویل اور صبر آزما قید و بند کی صعوبتیں، مدارس و مساجد کے ذریعہ مسلمان کے دین و ایمان کی حفاظت کا سامان یہ سب للہ رب العالمین کی رمز شناسی نہیں تو اور کیا ہے؟

بدقسمتی سے نام نہاد مسلمانوں کا ایک ٹولہ پہلے دن سے ان اکابرین ملت کے خلاف زبان طعن دراز کر رہا ہے اور آج تک بند نہیں ہوئی کبھی ان بزرگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والا کہا جاتا ہے۔ معاذ اللہ، تو کبھی اولیاء امت کا دشمن گردانا جاتا ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ خود اپنے منہ میاں مٹھو بننا کے مصداق نظام مصطفیٰ کے نفاذ کی باتیں ہوتی ہیں۔

یعنی جو کئی صدیوں سے اسلامی عظمت کی خاطر خون بہا رہے ہیں۔ وہ تو پیغمبر اسلامؐ اور کبار امت کے دشمن ہو گئے اور جن کی تاریخ قربانی و ایثار کے باب سے یکسر خالی ہے وہ مدعی ہیں فیا للعجب۔

بہر حال سورج کے منہ پر تھوکنے سے سورج کا

کیا بگڑ گیا ہمیں پوری استقامت اور جرأت کے ساتھ ان بزرگوں کے نقشِ پا پر چلتے رہنا چاہیے حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ نشانہائے قدرت میں سے تھے۔ ان کے کردار و عمل اور ان کی راتوں کی بیداری اور اس میں اپنے خالق و مالک کے حضور آہ و زاریاں ہی آج اس ملک میں مشعلِ اسلام کی تابانی کا باعث ہیں ورنہ سیاسی اور مذہبی اعتبار سے پشتینی ٹوڈیوں کا ٹڈی دل تو اس ملک سے اسلام کی رونق ختم کرنے پر تلا ہوا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے ان بہادروں کو توفیق دی تو انہوں نے تن من دھن قربان کرکے قوم کو حیاتِ جاوداں بخشی کہ۔ ع

"شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے"

اور اس کا اصل سبب یہ تھا کہ:-

"انہوں نے ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ کی رمز سمجھ لی تھی۔"

حضرت مولانا السید ابوالحسن علی ندوی کے برادر زادے اور آپ کی کتابوں کے مترجم، "البعث" کے ایڈیٹر، صاحب طرز ادیب اور صاحب درد مسلمان چند روز پہلے انتقال کر گئے۔ مرحوم کے قلم سے نکلی ہوئی یہ فکر انگیز تحریر دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے آرگن تعمیر حیات کے اداریہ کے طور پر شائع ہوئی جس میں "ہندوستان" کی بجائے پاکستان کا لفظ لگا دیں تو یہ ہمارا ہی درد ہوگا۔ مرحوم کی یادگار کے طور پر "علاج غم" کے لیے یہ سطور پیش خدمت ہیں۔ (ادارہ)

اجتماعی زندگی اور اس کے تقاضے



نقطۂ نظر کے اختلاف کے باوجود (جو ایک بالکل فطری اور قدرتی چیز ہے) اجتماعی زندگی کے کچھ آداب اور تقاضے ہیں جن کو ہمیں ہر نقطۂ اختلاف پر ملحوظ رکھنا اور پورا کرنا چاہیے نہ صرف اسلام کی تعلیم اور شریعت کا حکم ہے بلکہ فطرت سلیم اور انسانیت کی ان معروف و مسلّم اخلاقی قدروں کا بھی مطالبہ ہے جن کو قرآن مجید میں "المعروف" سے بار بار تعبیر کیا گیا ہے یعنی اچھائی کے ساتھ معقولیت و ہمدردی کے ساتھ، دستور کے مطابق۔

بدقسمتی سے ہم مسلمانوں میں یہ اوصاف ایک عرصہ سے مفقود ہوتے جا رہے ہیں، اگر ہم ان اوصاف کو دو مختصر الفاظ میں ادا کرنا چاہیں تو اس کو اصول پسندی اور قوتِ برداشت سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

اسلام کی اجتماعی زندگی محض ظاہری رکھ رکھاؤ یا کسی تکنیک کا نام نہیں اس میں ایک طرف اپنے عقیدہ اور اصول پر مضبوطی سے جمنے کی دعوت ہے اور دوسری طرف اجتماعی فیصلوں کے سامنے سر تسلیم خم کر دینے اور قوت برداشت سے کام لینے کی بھی تلقین ہے۔

سورۂ والعصر میں اسی حقیقت کو بہت آشکارا اور واضح طریقہ پر بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

والعصرہ انّ الانسان لفی خسرہ الاّ الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت وتواصوا بالحق و تواصوا بالصبرہ

"قسم ہے زمانہ کی، بیشک انسان خسارہ میں ہیں سوائے ان کے جو ایمان لائے اور عمل صالح کیے اور ایک دوسرے کو وصیت کی حق بات کی اور ایک دوسرے کو وصیت کی صبر کی۔"

صبر ایک بہت وسیع لفظ ہے جس کا تعلق حقوق اللہ سے بھی ہے اور حقوق العباد سے بھی۔ اس کا اطلاق مختلف چیزوں پر ہوتا ہے۔ معصیت سے باز رہنا اور نفس کی لگام کو قابو میں رکھنا بھی صبر ہے۔ کڑوی بات سن لینا یا اپنی بات نیچی کر لینا بھی صبر ہے

نکتہ چینی اور عیب جوئی سے پرہیز بھی صبر ہے۔ اپنے مزاج اور عادات کے خلاف کرنا بھی صبر ہے۔ غرض صبر کے ہزار پہلو ہیں اور ہر شخص ذرا سی توجہ سے یہ محسوس کر سکتا ہے کہ اس کو کس موقع پر کس قسم کے صبر کی ضرورت ہے۔

اجتماعی زندگی اور خاص طور پر ملت کی فلاح و بہبود، اسلام کی خدمت و ہدایت اور انسانی ہمدردی کے کاموں میں صبر اور قوت برداشت کی جس قدر ضرورت پیش آتی ہے اس کا صحیح اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کو اس کا تجربہ ہو چکا ہے لیکن گھر اور محلہ کی محدود اجتماعی زندگی کے نشیب و فراز اور اس کی دشواریوں اور الجھنوں کو سامنے رکھ کر بھی ہر شخص کسی نہ کسی درجہ میں اس کا اندازہ لگا سکتا ہے۔

دیکھنے کی بات یہ ہے کہ اجتماعی یا جماعتی زندگی کے ان پیچیدہ مسائل میں ہمارا رویہ ایک دوسرے کے ساتھ کیا ہونا چاہیے۔

ہم میں سے ہر شخص مخصوص جذبات و خیالات رکھتا ہے۔ نہ صرف اس کا طرزِ فکر اور طرزِ عمل بلکہ طرزِ کلام طرز نشست و برخاست بھی ایک دوسرے سے جدا ہے۔ جب یہ ایک طے شدہ حقیقت اور قانون قدرت ہے تو ہمیں اول روز سے یہ سوچ لینا چاہیے کہ اس وادی میں قدم رکھنے کے بعد یہ اختلاف قدم قدم پہ رونما ہوگا اور اس سے واسطہ بار بار پیش آئے گا۔

اس صبر اور قوت برداشت کی حد بھی اسلام نے مقرر کر دی ہے۔ مصالحت و تعاون اور تحمل و ضبط کن جگہوں پر جائز ہے اور کن جگہوں پر ناجائز، وہ دائرہ کیا ہے جس میں ہم کو اپنے مسلک یا اپنے موقف سے سرمو انحراف نہ کرنا چاہیے۔ ہمیں کس جگہ جمنا چاہیے، اور کس جگہ نہ جمنا چاہیے۔ ان سب چیزوں کے لیے تواصوا بالحق کی روشنی قرآن مجید نے ہمارے ہاتھ میں دے دی ہے۔ جہاں حق و صداقت، اصول و مبادی، بنیادی حقیقتوں اور سچائیوں کے کے مجروح ہونے کا خطرہ ہو تو ہمیں اپنے موقف اور طرز عمل کو بدلنے میں ادنیٰ تردد بھی نہ ہونا چاہیے۔ خواہ اس سے خود ہمارا مفاد مجروح ہو رہا ہو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مشہور واقعہ اس مسئلہ میں ہمارے لیے عظمت کا مینار ہے۔ حضرت علیؓ اس وقت تک یہودی پر حملہ آور رہے جب تک ان کو اس بات کا یقین تھا کہ وہ حق کے لیے لڑ رہے ہیں لیکن جب اس نے ان کے منہ پر تھوک دیا تو قدرتی طور پر ان کو بہت غصہ آیا۔ لیکن اسی غصہ سے ان کو یہ احساس ہوا کہ اب وہ اس کو قتل کریں گے تو اپنے نفس کے لیے کریں گے۔ چنانچہ انہوں نے یہ کہہ کر اس کو چھوڑ دیا کہ پہلے میں حق کے لیے انتقام لے رہا تھا لیکن اب اگر میں انتقام لوں گا تو وہ نفس کے لیے ہوگا۔ اس لیے میں تجھ کو چھوڑتا ہوں۔

حق اور نفس کی یہ سرحدیں یا لکیریں ہمیں اپنے اجتماعی کاموں میں بارہا ملتی اور گڈمڈ ہوتی نظر آئیں گی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ فاصل حدیں یا لکیریں خلط ملط نہیں ہوتیں بلکہ فراست ایمانی کی کمی کی وجہ سے ہم اس حد فاصل کو اچھی طرح سمجھ نہیں پاتے۔

اگر ہم محض اس آیت کو مدنظر رکھیں اور اس کو اپنی زندگی اور جد و جہد کا شعار بنا لیں۔ [illegible]

وهو خیر لکم وعسیٰ ان تحبوا شیئا وهو شر لکم

"ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو بُرا سمجھو اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو بہتر سمجھو اور وہ تمہارے لیے بُری ہو۔"

تو ہمارے معمولی گھریلو مسئلوں اور روزمرہ کے معاملات سے لے کر بڑے بڑے اخلاقی اور سیاسی مسائل خوش اسلوبی سے حل ہو سکتے ہیں۔

اختلاف اسی وقت بُری شکل اختیار کرتا ہے جب اغراض سے اغراض ٹکراتی ہیں — اور اغراض کا یہ حصہ اس سے نکال دیا جائے تو ان سارے اختلافات کا خود بخود خاتمہ ہو جائے گا جو ملّتِ اسلامیہ کو گھن کی طرح کھائے جا رہے ہیں اور اس کی اصلاح اور پیش رفت میں سب سے بڑی رکاوٹ بن گئے ہیں۔

دوسروں کی خوبیوں کو پہچاننا ایک فن ہے اور ان کا کشادہ دلی سے اعتراف کرنا اس سے بڑا فن، عملی میدان میں قدم رکھنے کے بعد ہمیں اس فن پر ریاضت کی ضرورت ہے تاکہ تعاون کی راہیں زیادہ سے زیادہ ہموار ہو سکیں۔ اس میں شک نہیں کہ اس وقت پورا عالمِ اسلام ان اختلافات کا شکار ہے لیکن ہندوستان کی وہ مظلوم ملّت جو مشترکہ مفاد میں اس طرح جکڑی ہوئی ہے کہ اس میں تفریق کا تصوّر ہی نہیں کیا جا سکتا۔ جہاں سب جماعتیں اور ادارے، اخبار اور رسالے ایک کشتی کے سوار ہیں اور سب کو ایک لاٹھی سے ہانکا جا رہا ہے جہاں دینی و سیاسی قیادتوں کو مشترکہ مسائل کا سامنا ہے اور جہاں نئی اور تازہ دم قیادت اور ملّت کو نئی راہوں اور نئی منزلوں سے روشناس کرنے کی دعوت بے حد قوتِ برداشت، استقامت اور فراخدلی چاہتی ہے وہاں انفرادی و شخصی اختلافات اور ذوق و مزاج کے فرق نیز مختلف مزاجوں اور طبیعتوں کو ساتھ لے کر کام کرنے کا فقدان، مختلف صلاحیتوں اور قابلیتوں کے افراد کا عدمِ اتحاد وقتی اور جذباتی مسئلوں پر انتہائی پسندی، اپنی رائے اپنے فیصلہ بلکہ اپنی خواہش، اپنے ذوق اور اپنے مزاج پر ضرورت سے زائد اعتماد دوسروں کی رائے کو نظر انداز کرنے یا ناقابلِ التفات سمجھنے کا رویہ اور اپنے نقطۂ نظر کو پتھر کی لکیر سمجھنا ہماری اجتماعی زندگی کی وہ کمزوریاں ہیں جو اب روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں اور ان سے ملّت کے اہم ترین کاموں کو سخت نقصان پہنچ رہا ہے۔

یہ وہ مرض ہے جس میں کم و بیش ہم سب مبتلا ہیں۔ ہم سب تحت الشعور میں یہ سمجھتے ہیں کہ حقیقت کی آخری تصویر اور مسئلہ کی اصل گرہ ہمارے ہاتھ میں ہے۔ اور دوسرا اس مسئلہ کو ہم سے بہتر سمجھنے یا اس معاملہ میں ہم سے اچھی رائے رکھنے سے قاصر ہے اور یہی وہ بنیادی غلطی ہے جس نے مسلمانوں کے اجتماعی کاموں کو ہمیشہ نقصان پہنچایا ہے۔

دوسروں کے احتساب سے پہلے اپنا احتساب اجتماعی زندگی کے ان تقاضوں کی تکمیل کا سب سے پہلا قدم ہے جو ہم سے پامال ہوتے رہتے ہیں۔ یہ محض اجتماعی کام کرنے والوں کے لیے نہیں بلکہ ہر مومن کے لیے ضروری ہے اور عینِ اسلام و ایمان کا تقاضا ہے۔

لال دین انگہ ایم۔اے بی ٹی
شیخوپورہ

آہ!

درویش باصفا حضرت مولانا محمد شعیب صاحب!

وفاتِ حسرت آیات

حضرت شیخ التفسیر مولانا لاہوری علیہ الرحمۃ کے محبوب ترین خلیفۂ مجاز حضرت مولانا محمد شعیب نور اللہ مرقدہٗ ۲۴ر جون ۱۹۷۹ء بروز اتوار بوقت چار بجے شام اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

گذشتہ سال ۷ر مارچ ۱۹۷۸ء کو آپ پر فالج جیسے موذی مرض کا حملہ ہوا۔ آپ کا علاج "تا دمِ واپسیں ماہرینِ طب جدید و قدیم کے مشورہ و تشخیص کے مطابق ہوتا رہا۔ وفات حسرت آثار کی جانکاہ تاریخ سے تقریباً چار دن پہلے بعارضہ بخار میں مبتلا رہے لیکن معمولات میں چنداں کوئی فرق نہ آیا۔ اتوار کو گھر کے درمیانی کمرے میں تشریف لے گئے۔ مستورات کو باہر جانے کا حکم دیا۔ اندر جاتے ہی فرمایا "پنکھا اور بلب کو بند کرو" حالانکہ کمرے میں ان دونوں چیزوں کا کوئی اہتمام نہیں تھا۔ آپ کے اس ارشادِ گرامی پر حاضرین کو گونہ تعجب اور تشویش لاحق ہوئی۔

آپ کے برادرِ عزیز قاضی عبدالرزاق صاحب کا بیان ہے کہ یہ الفاظ آپ کی زبان پر آخری تھے جو سُنے گئے۔ اس کے بعد آپ پر کپکپی کا عالم طاری ہوا۔ آپ کے لب بڑی سرعت سے حرکت کر رہے تھے۔ جب آپ کے منہ میں پانی ڈالا تو پھر بھی آپ کی زبان مبارک اسی طرح محوِ اذکار رہی۔ ہماری سماعت تمیز نہیں کر سکتی تھی کہ آپ کیا پڑھتے تھے۔ یہ کیفیت آدھ یا پون گھنٹہ تک جاری رہی اور اسی حالت میں آپ راہیٔ ملکِ بقا ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ابتدائی تعلیم:- آپ کا خاندان ابتدا سے ہی علم و عرفان کا مرکز رہا۔ آپ کے آباؤ اجداد پشت در پشت علمی کمالات، پاکیزگیٔ فطرت، اخلاقِ حسنہ، اور ریاضت و تزکیہ کے حامل رہے۔ لہٰذا آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا عبدالرحمان "

موضع کوئی ضلع ہزارہ میں پائی۔ بعد ازاں آپ کو حضرت مولانا محمد عرفان قدس سرہٗ کی شاگردی میں دیا گیا۔ مولانا محمد عرفان مرحوم ایک جید عالم دین تھے اور وحید العصر غزالیٔ دوراں حضرت مولانا انور شاہ کاشمیری طاب اللہ ثراہٗ کے تلمذ کا شرف رکھتے تھے۔ اس جگہ آپ نے کتبِ درسیہ اور علومِ متداولہ کی تکمیل فرمائی۔ اور پھر آپ کو دورۂ حدیث کے لئے ایشیا بھر کے ممتاز مرکزِ علم و فضل دارالعلوم دیوبند بھیجا گیا لیکن ثقلِ سماعت کے باعث آپ طلباء کی اس کثرت میں اپنی تعلیم جاری نہ رکھ سکے اور مجبوراً وہاں سے عازمِ دہلی ہوئے۔ یہاں آپ نے مدرسہ عبدالرب میں داخلہ لیا اور اس وقت کے شہرۂ آفاق شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد شفیع علیہ الرحمۃ کی دورۂ حدیث والی جماعت میں شامل ہو گئے اور مدرسہ ہذا سے سند فراغت حاصل

کی۔

آپ کی زندگی کا سنہری باب:

اب فطرت کے انوار نے آپ کی دستگیری فرمائی۔ گویا شیخ التفسیر قطب الاقطاب حضرت مولانا لاہوری نور اللہ مرقدہٗ کے دستِ اقدس پر بیعت ہونے کا موقع ملا۔ پنجاب کے ام القریٰ لاہور میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی حیثیت ہادیٔ کامل کی تھی۔ آپ نے نصف صدی تک دورۂ تفسیر کی معلمی کے فرائض پیغمبرانہ استقامت سے ادا کئے۔ آپ کی روحانی تربیت وقت کے جلیل القدر حضرت خلیفہ مولانا غلام محمد دین پوری علیہ الرحمۃ اور مجاہدِ کبیر حضرت مولانا سید تاج محمود امروٹی نور اللہ روحہ کی پاکباز نگاہوں میں ہوئی تھی۔

پرورشِ دل کی اگر مدِّ نظر ہو تجھ کو
مردِ مومن کی نگاہِ غلط انداز ہے بس

اقبال مرحوم

اب حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کے حلقۂ ارشاد میں مولانا محمد شعیب جیسا فرشتہ سیرت مرید با صفا پورے انہماک سے زندگی کے ایام و شہور گذار رہے تو ایک عامی آدمی بھی نہایت جسارت سے کہہ سکتا ہے

طے شود جادۂ صد سالہ بآہے گاہے!

علامہ اقبال مرحوم

دوسری جگہ اللہ والوں کی آدم گری کی بایں الفاظ تحسین و توصیف کرتے ہیں۔

دمِ عارف نسیمِ صبحدم ہے
اسی سے ریشۂ معنی میں نم ہے
اگر کوئی شعیبؑ آئے میسّر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کا قلبِ اطہر تشنگانِ راہ علم و سلوک کے لئے ایک چشمۂ صافی کا حکم رکھتا تھا۔ اس زمزم آثار چشمہ پر جس کو ایک دفعہ بھی جرعہ نوشی کا موقع مل جاتا تھا اس کے پینے سے کفر و شرک اور بدعات کی تاریکیاں کافور ہو جاتی تھیں۔ بھلا اب مولانا محمد شعیبؒ جیسے جوہر قابل کی تربیت کی سعادتوں کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔

پروردگار عالم کی قسم! اس مردِ آگاہ کی شبانہ روز عبادات طلبہ کے اسباق کے لئے محنت پژوہی اہل حوائج کی حاجت براری حسنِ اخلاق، شفقت و مروت سے بھری ہوئی سیرت پر جب غور کیا جاتا تھا تو حضرت لاہوریؒ کی روشن ضمیری کی چھاپ ان کے ہر عملِ حیات پر نمایاں نظر آتی تھی۔

آپ کی صحبت میں شہری و دیہاتی ہر قسم کے لوگ حاضر ہوتے تھے۔ ہر ایک کے ساتھ یکساں لطف و کرم کا برتاؤ ہوتا تھا۔ مجلسِ ذکر کے لئے چوہڑ کانہ ہر جمعرات تشریف لاتے تھے۔ ایک دفعہ میں بھی حاضر ہوا۔ نہایت شفقت سے معانقہ فرمایا۔ اور کہنے لگے "آپ نے یہاں تشریف لاکر مجھ پر بڑا احسان فرمایا ہے"۔ اللہ! اللہ! یہ ذرہ نوازیاں اور یہ کرم فرمائیاں! کون شقی القلب ہے جو ایسے خسروانہ احسانات کو بھول جائے۔

۱۹۶۶ء میں میری والدہ مرحومہ کا انتقال ہوا۔ میں ان دنوں گورنمنٹ ہائی سکول بھابیکے میں تھا۔ میرے محسن و مربی سکول میں تشریف لائے۔ دعائے مغفرت کے لئے ہاتھ اٹھائے اور بعد میں فرمایا "میری حاضری میں اس لئے تاخیر ہوئی ہے کہ میں نے اماں جان کی رُوح کے ایصالِ ثواب کے لئے پورا قرآن پاک ختم کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ ہم مہجور و پسماندگان ان کی کن کن شفقتوں کو یاد کریں۔

حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کی استقامت علی السنۃ کا ہر شخص معترف ہے۔ لہٰذا ہم نے مولانا محمد شعیب علیہ الرحمۃ کو قدم قدم پر حضرت لاہوریؒ کا عکس جمیل پایا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ سے جب بھی شرفِ ملاقات حاصل ہوتا تو ماضی کی تمام پُر انوار گھڑیاں یاد آ جاتی تھیں۔

جب سامنے ساغر آتا ہے اک ہوک سی اٹھتی ہے دل میں
ساقی کی ادا یاد آتی ہے محفل کا خیال آجاتا ہے

الغرض! آپ حضرت لاہوریؒ کی ایک جیتی جاگتی تصویر تھے۔

ظاہری لباس پر جب نگاہیں پڑتی تھیں تو یہی گمان ہوتا تھا کہ ادھر حضرت لاہوری رح نے لباس بدلا اور اُدھر حضرت مولانا محمد شعیب صاحب وہی مبارک لباس پہن کر آ گئے ہیں۔

ے رنگ میں ڈوبا ہوا ہے جو تیری محفل میں ہے!

باقیات الصّالحات!

حضرت مولانا علیہ الرحمۃ باقیات الصالحات کی صورت میں ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک اپنے فرزندِ ارجمند مولانا قاری حافظ محمد یوسف صاحب کو پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ قاری صاحب کے ایک بھائی محمد الیاس بھی تھے جو صغیر سنی میں ہی وفات پا گئے۔ اور اسی طرح ان کی ایک ہمشیرہ صاحبہ بھی عین شباب میں خاندان کو داغ مفارقت دے گئیں۔

عزیزم جناب قاری صاحب صورت وسیرت میں حسنِ شمائل و فضائل کے حامل ہیں۔ فارغ التحصیل عالم دین ہیں اور مدرسہ فاروقیہ شیخوپورہ میں بطور مدرس خدمتِ دین میں مصروف ہیں۔ قاری محمد یوسف صاحب کے بڑے صاحبزادہ عبدالباسط ازہر نے اپنے دادا جان مرحوم کی دعاؤں سے کم سنی میں قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔ دوسرے صاحبزادہ عبدالماجد انور اور تین بچیاں رفیعہ، زکیہ اور عطیہ ہیں۔ تمام اولادِ اناث و ذکور کو دینِ اسلام کی تعلیم دی جا رہی ہے۔

ے ایں خانہ ہمہ آفتاب است

سوگواروں میں حضرت مولانا محمد شعیب علیہ الرحمۃ کے "تین حقیقی بھائی" موجود ہیں۔ مولانا محمد طاہر صاحب، قاضی عبدالرزاق صاحب اور مولانا حکیم عبدالستار صاحب اس خانوادۂ علم و فضل کے چشم و چراغ ہیں اور رات دن مخلصانہ للہیت سے دینِ حق کی خدمت میں مصروف ہیں۔

حضرت علیہ الرحمۃ کے خلفاءِ مجاز

۱۔ حضرت مولانا محمد عالم صاحب مہتمم مدرسہ فاروقیہ شیخوپورہ۔
۲۔ حضرت مولانا مقبول احمد صاحب ضلع سیالکوٹ۔
۳۔ مولانا محمد اسحاق صاحب باغبانپورہ
۴۔ حضرت مولانا محمد صابر صاحب کوٹ عبدالمالک۔

بنظر اختصار "تتمہ" میں چند ارشادات بھی شامل کئے جاتے ہیں

چند مختصر حالات:

آپ نے اپنے پیر طریقت حضرت لاہوری کے ارشاد گرامی کی تعمیل کی ایک چھوٹی سی بستی میاں علی نزد خانقاہ ڈوگراں تقریباً ۱۹۳۷ء سے ۱۹۷۸ء تک قیام فرمایا اور پوری تندہی سے اسلام کی خدمت کرتے رہے۔ آپ تبلیغی جلسوں میں بھی شمولیت فرماتے رہے۔ مجالسِ ذکر کی حاضری اس کے علاوہ ہے۔

آپ ۱۹۶۷ء اور ۱۹۷۷ء میں حج حرمین الشریفین سے بھی مستفیض ہوئے۔ سبحان اللہ! آپ کے اشکبار برادرانِ حقیقی نے بتایا کہ آپ نے ۱۹۲۴ء میں کابل کی ہجرت میں بھی شمولیت فرمائی۔ گویا دینِ اسلام کے ہر نوع حسنات کا ذخیرہ ساتھ لے کر جنتِ فردوس کو سدھارے!

حضرت علیہ الرحمۃ کی قبر مبارک

قاضی عبدالرزاق صاحب جو آپ کے حقیقی بھائی ہیں ان کے صاحبزادہ قاری محمد الیاس صاحب پچھلے سال یوگنڈا میں شہید ہوئے۔ خاندان پر اس نونہال کی شہادت ایک ناگہانی آزمائش تھی۔ حضرت مولانا محمد شعیب مرحوم اپنے اس بھتیجے پر جان و دل سے قربان تھے۔ ڈھاباں سنگھ کے قبرستان میں قاری محمد الیاس شہیدؒ کو دفن کیا گیا۔ قاضی صاحب نے اپنے لختِ جگر کی قبر کی تیاری میں کچھ رقم خرچ کی۔ حضرت مولانا محمد شعیب مرحوم کو یہ جگہ بڑی پسند آئی تو اپنے صاحبزادہ قاری محمد یوسف صاحب

سے فرمایا کہ اپنے چچا جان کی اجازت سے آپ بھی ان کی صرف شدہ رقم میں حصہ ڈال دیں۔ لہٰذا حصہ ڈال دیا گیا۔ قاری محمد یوسف صاحب فرماتے ہیں کہ ابا جان مرحوم نے مجھ سے رقم کی ادائیگی کے متعلق استفسار فرمایا اور اپنی تسلی کر لی۔

اب حضرت مولانا علیہ الرحمۃ کی قبر مبارک پر جب راقم الحروف کو حاضری کی سعادت نصیب ہوئی تو دیکھا کہ آپ کی قبر مبارک آپ کے بھتیجے قاری محمد الیاس شہید کی قبر کے عین پہلو میں بنی ہوئی ہے۔ اس پاکیزہ منظر کو دیکھ کر قرآن کریم کی حسب ذیل آیات یاد آتی ہیں۔

۱۔ أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

(پارہ ۱۱ سورۂ یونس)

۲۔ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ۔ (البقرہ)

ہر کہ از سرِ نبیؐ گیرد نصیب
ہم بہ جبریلِ امیں گردد قریب

ہم عقیدت کیش حضرت مولانا محمد شعیب نور اللہ مرقدہ کے لواحقین اعزہ و اقربا، اور متوسلین کے اس اندوہ و غم میں برابر کے شریک و سہیم ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسے اولیاء امت کے جوتوں کی خاک کو سرمۂ چشم بنانے کی توفیق ارزاں فرمائے اور ہمارے روحانی آقا و محسن کو جنت فردوس میں اسلاف کرام کی ہم نشینی کا شرف و مجد مرحمت فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

اظہارِ تعزیت

حضرت امیر شریعت قدس سرہٗ اور دوسرے اکابرِ احرار و مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھی اور مخلص عالم دین مولانا فضل احمد صاحب خطیب و مہتمم مدرسہ و مسجد عیدگاہ تلہ گنگ ضلع اٹک کے سانحہ ارتحال کی خبر ملی۔۔۔ وا حسرتا، کیسے کیسے لوگ ہیں جو دنیا سے منہ موڑ کر جا رہے ہیں۔ موصوف ایک عرصہ سے بیمار تھے۔ لیکن مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیۃ علماء اسلام کے معاملات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔۔۔ پورا علاقہ آپ کے خلوص و تدین کا معترف تھا۔ احقر کے والد بزرگوار سے دیرینہ مراسم کے پیش نظر مرحوم کی از حد شفقت تھی۔۔۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور ان کے متعلقین پسماندگان بالخصوص مولانا نور الہاشم صاحب اور برادرم قاری سعید احمد صاحب کو صبر جمیل سے نوازے اور موصوف کی طرح ان کو دینی و ملی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توفیق بخشے!

• ہفتہ رفتہ میں حضرت الشیخ المکرم مولانا محمد عبداللہ صاحب نقشبندی مجددی رحمہ اللہ تعالیٰ (کندیاں ضلع میانوالی) کے فیض یافتہ اور خادم حاجی عبدالمجید صاحب آف بھیرہ کراچی میں حرکت قلب بند ہو جانے سے انتقال کر گئے۔ موصوف کو حضرات اکابر علماء حق سے گہرا ربط تھا اور ان کی عقیدت میں جی جان سے نثار تھے۔ مرحوم کا سانحہ ارتحال بعض وجوہات سے احقر کا ذاتی صدمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔ احباب سے دعا کی درخواست ہے۔ (علوی)

بقیہ : اداریہ

ہوا تو عوام یہ سمجھنے پر مجبور ہو گئے کہ حکومت کا اشارہ ابرو سب کچھ کرانے کا ذمہ دار ہے اور ایسا تاثر پھیلنا کم از کم ہمیں پسند نہیں۔

علوی ۱۴ شعبان ۹۹



احوال الصالحین

ماسٹر:- محمد عمر خان گڑھی

جس وقت خواجہ ممشاد دینوری رحمتہ اللہ علیہ کا انتقال ہونے لگا۔ تو ان کے پاس ایک مرید نے رو کر دعا کی یا اللہ! میرے شیخ خواجہ ممشاد کی مغفرت کیجیو اور بہشت بریں میں جگہ دیجیو آپ نے آنکھ کھول دی اور غضبناک ہو کر فرمایا کہ کیا واہیات خرافات بکتے ہو تیس سال سے برابر اس ذات کی طرف سے کہا جا رہا ہے۔ یہ دیکھو بہشت ہے پسند ہے مگر ہم نے نظر اٹھا کر بھی اس طرف نہیں دیکھا یہ کوئی چیز ہے اصل میں ہم کو رضائے حق کی طرف دھیان ہے۔ (از مکتوبات صدی)

ایک زنار دار زنار کو آراستہ کر رہا تھا۔ غیب سے ایک بھید ظاہر ہوا جس سے زنار کی حقیقت اس پر کھل گئی۔ گھر سے نکل کھڑا ہوا عالم بے خودی میں دوڑتا جاتا تھا اور نعرہ مارتا جاتا تھا۔ اَیْنَ اللّٰہ اَیْنَ اللّٰہ (اللہ کہاں ہے، اللہ کہاں ہے) اس انکشاف راز کے باعث ایسا سوز دروں پیدا ہوا کہ اس کو ذرہ بھر قرار نہ آتا تھا۔ یہاں سے وہاں اور اس شہر سے اس شہر مارا مارا پھرتا گرتا پڑتا ملک شام میں جبل لبنان پہنچا۔ اس پہاڑ پر غوث قطب ابدال اوتار وغیرھم رہا کرتے ہیں جا کر دیکھتا ہے چھ آدمی کھڑے ہیں اور جنازہ سامنے رکھا ہے یہ غریب بے حال ان لوگوں سے واقعہ دریافت کرنے لگا۔ ان لوگوں نے کہا واقعہ بعد میں پوچھئے پہلے نماز جنازہ کی امامت فرمایئے۔ خدا کی شان وہ بے تکلف آگے بڑھا اور نماز جنازہ پڑھا دی۔ جب نماز پڑھا چکے تو وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم لوگ ان سات آدمیوں میں سے ہیں جن پر سارے عالم کے کاروبار کا مدار ہے اور جس میت پر آپ نے نماز جنازہ پڑھی وہ ہمارے روشن ضمیر مرشد تھے قطب العالم کے عہدے پر فائز تھے۔ وقت انتقال یہ وصیت فرمائی کہ غسل کفن سے جب فراغت ہو جائے تو جنازہ رکھ کر تھوڑی دیر انتظار کرنا ایک صاحب اس گوشے سے آئیں گے۔ اَیْنَ اللّٰہ، اَیْنَ اللّٰہ کہتے ہوں گے ان سے کہنا نماز جنازہ آپ ہی پڑھائیں۔ کیونکہ قطبیت انہیں حضرت سلامت کو ملے گا۔

(مکتوبات صدی باب توحید صہ ۱۶۲)

ابن الفارس نقشبندی خاندان کے ایک بزرگ تھے جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کے سامنے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے گئے آپ نے ان کو دیکھ کر منہ پھیر لیا اور فرمایا۔

اِنْ کَانَ مَنْزِلَتِیْ فِی الْحُبِّ عِنْدَکُمْ
مَا قَدْ رَاَیْتُ فَقَدْ ضَیَّعْتُ اَیَّامِیْ

اگر آپ کی محبت کا یہی اجر ہے تو میں نے ساری زندگی ضائع کردی مجھے تو تیری رضا چاہیئے۔ چنانچہ حق تعالےٰ کی خاص تجلی ہوئی اور آپ کی روح پرواز کر گئی۔ (ملفوظ مولانا خیر محمد جالندھریؒ)

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا یحییٰ ابن اکثم رحمتہ اللہ جو امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے استاد تھے جب ان کی وفات ہوئی تو حق تعالےٰ نے دریافت فرمایا اے بوڑھے میرے پاس کیا لائے ہو؟ یہ خاموش ہو گئے پھر پوچھا تو پھر خاموش کھڑے رہے تیسری بار فرمایا اے بوڑھے تجھ ہی سے سوال کر رہا ہوں جواب کیوں نہیں دیتے عرض کیا یا بار الٰہ! کیا جواب دوں ایک حدیث پر غور کر رہا ہوں۔ دریافت فرمایا! وہ کون سی حدیث ہے عرض کیا کہ میں نے سند کے ساتھ حدیث سنی ہے عن فلان ابن فلان فلان ابن فلان قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰہَ یَسْتَحْیِیْ مِنْ ذِی الشَّیْبَۃِ الْمُسْلِمِ یعنی فلاں نے فلاں سے فلاں نے فلاں سے روایت کی وہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ بوڑھے مسلمان سے شرماتا ہے لیکن میں تو یہاں معاملہ برعکس دیکھ رہا ہوں اور اس بات کو سوچ رہا ہوں فرمایا تم نے حدیث صحیح سنی وہ روایت کرنے والوں نے بھی صحیح کہا میرے محبوب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صحیح فرمایا اور تم بھی صحیح کہہ رہے ہو جاؤ ہم نے تجھے بخش دیا ہے۔

ایک شخص نے موت کے وقت

اپنے ایک قریبی دوست کو وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں غسل کفن کرنے کے بعد جب قبر میں دفن کرنا تو اس وقت ایک آٹے کی پڑیا اپنی جیب میں ساتھ رکھنا قبر میں رکھ کر کفن کھول کر آٹے کی پڑیا میری داڑھی پر چھڑک دینا اور تو کوئی اس کام کو نہ کرے گا۔ تم دوست ہو اس لئے تم سے امید تھی۔ اس لئے وصیت کر دی۔ اس کے دوست نے وصیت پوری کر دی۔ جب بارگاہِ الٰہی میں حاضری ہوئی تو خدا تعالےٰ نے دریافت فرمایا یہ آٹے کو داڑھی پر ملوانے کی کیا وجہ تھی؟ عرض کیا اے خداوند قدوس! علما سے ایک حدیث سنی تھی کہ اللہ تعالےٰ بوڑھے مسلمان کا خیال کرتے ہیں میں جوان آدمی تھا داڑھی کالی تھی بوڑھا ہونا تو مشکل اور غیر اختیاری تھا مگر نقل تو اختیاری تھی اس لئے آٹا ملوایا کہ سفید بال دیکھ کر شاید اللہ تعالےٰ افضل فرمادیں۔ حکم ہوا جاؤ ہم نے تجھے بخش دیا ہے۔ (ملفوظ حضرت تھانوی)

حکیم الامتہ تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا حق تعالےٰ کی ذات بڑی رحیم و کریم ہے اگر مخلوق کو حق تعالےٰ کی اس رحمت والی صفت کا استحضار ہو جائے یہ امر فطری ہے کہ انسان کو محسن کے ساتھ کشش ہوتی ہے حدیث میں ہے امم سابقہ میں ایک نباش نے بوقت جان کندنی اپنے بیٹوں کو وصیت کی جب میں مر جاؤں تو میری لاش کو جلا نا بقایا راکھ کو خوب کوٹ پیس کر رکھ لینا جب آندھی چلے تو اس راکھ کو ہوا میں اڑا دینا اور کچھ دریا میں چھوڑ دینا بس یہ ہے تدبیر عذاب سے بچنے کی۔ کیونکہ گنہگار ہوں بیباکا ہوں مستحق عذاب ہوں شاید اس عمل سے نجات ہو جائے چنانچہ مرنے کے بعد اس کے لڑکوں نے ایسا ہی کیا حق تعالیٰ کی قدرت سے کون نکل سکتا ہے فرشتوں کو حکم ہوا اس کی مٹی کو جمع کر کے ہمارے سامنے کھڑا کر دیا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا رب تعالےٰ نے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا عرض کیا یا رب من خشیتک اے اللہ میں تجھ سے ڈرتا تھا رب تعالےٰ نے فرمایا۔ جاؤ ہم نے تجھے بخش دیا ہے۔

استاذ العلماء حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمتہ اللہ علیہ نے سنایا میں ڈھاکہ میں پڑھاتا تھا۔ ان دنوں مجھے کسی نے آ کر کہا نزاع کی حالت میں ایک عورت ان پڑھ ہے مگر وہ عجیب و غریب قرآنی آیات اور احادیث اور اردو کے اشعار پڑھ رہی ہے اس کے مرنے کا وقت قریب ہے آپ تشریف لے چلیں میں جب گیا تو کہہ رہی تھی ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون اور یہ شعر کہہ رہی تھی۔

ہاتھ خالی میں چلی دربار میں
کون پوچھے گا تیری سرکار میں

میرا خیال ہوا کہ یہ نیک بخت عورت جمعرات کی انتظار میں ہے۔ چنانچہ اس کا جمعرات کے دن انتقال ہوا۔

جامع المعقول والمنقول استاذ العلماء شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ایک دن حضرت حکیم الامتہ تھانوی فرما رہے تھے کہ جس کسی نے مانگنا ہو وہ زنبیل لے کر اللہ کے دروازے میں مانگے انشاء اللہ وہ کریم ذات ایسی ہیں تمہاری زنبیل میں کچھ ڈال ہی دیں گے ایک شخص جو وہاں حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی مجلس میں بیٹھا تھا۔ عرض کیا حضرت! اگر کسی کے پاس زنبیل نہ ہو تو پھر کیا کرے۔ حکیم الامتہ تھانویؒ نے فرمایا۔ صاحبو! مانگو تو سہی۔ انشاء اللہ جب مانگو گے تو زنبیل بھی وہاں سے مل جائے گی۔ خیرات بھی وہاں سے مل جائے گی (آخری خطاب مدرسہ خیر المدارس)

دیانت کا انعام

حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس زمانہ میرا قیام دہلی کہنہ میں تھا۔ اس وقت کوچہ ابنیا میں ایک سید گھرانے میں پوربی باندی نو مسلم رہتی تھی جو بالکل جاہل تھی نماز کی پابند بھی نہ تھی۔ چونکہ وہ بہت بوڑھی ہو گئی اور گھر کے تمام لوگوں پر اپنا حق رکھتی تھی اس لئے وہ لوگ اس کی بڑی خدمت اور دیکھ بھال کرتے تھے جب اس کا آخری وقت آیا تو وہ پوربی لہجے میں ایک آواز بلند کرنے لگی جس کا مطلب کسی کو سمجھ میں نہ آیا آخر میرے چچا شاہ اہل اللہ صاحب رحمتہ اللہ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمتہ اللہ کے بھائی تھے کو بلایا گیا وہ تشریف لے گئے انہوں نے معلوم کیا کہ اس کی زبان سے نکل رہا ہے لَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي اے عورت خوف مت کر اور نہ غمگین ہو چچا صاحب نے تیمارداروں سے فرمایا

اس سے دریافت کرو یہ الفاظ کس وجہ سے کہہ رہی ہے؟ بڑی کوشش کے بعد اس نے بتایا کہ ایک جماعت فرشتوں کی آئی ہوئی ہے اور مجھے تسلیاں دے رہے ہیں، چچا صاحب نے فرمایا اس سے پوچھو یہ تسلی کس عمل کی وجہ سے دی جارہی ہے۔ اس نے کچھ دیر کے بعد کہا کہ یہ حضرات کہہ رہے ہیں کہ تیرے پاس اعمال خیر تو نہیں البتہ ایک دن سردی کے موسم میں بازار سے گھی لینے گئی جب گھی لاکر گھر آئی اس کو گرم کیا تو اس میں سے ایک روپیہ نکلا اوّل تو تو نے چاہا چپکے سے اس روپیہ کو خود رکھ لے اور اپنے کام میں لائے کیونکہ اس کی کسی کو خبر نہیں پھر خیال آیا۔ اللہ تعالےٰ تو دیکھ رہا ہے یہ تو نے وہ روپیہ دوکاندار کو لوٹا دیا تیرا یہ عمل اللہ تعالےٰ کو پسند آگیا۔ رب تعالےٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس مائی کو بخش دیا ہے۔

سماع و رقص

کے بارے میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندی قدس سرہ کے ارشادات گرامی

محمد شفیع عمر الدین (میرپور خاص سندھ)

جاننا چاہیئے کہ در حقیقت "سماع و رقص" (گانا اور ناچنا) "لہو لعب" میں داخل ہے ان کی ممانعت میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ (لقمان آیت ۔۶)

ترجمہ:۔ اور بعض ایسے آدمی ہیں جو کھیل کی باتوں کے خریدار ہیں۔

چنانچہ حضرت مجاہدؒ جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد اور حضرات کبار تابعین میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ "لھو الحدیث" سے مراد "سرود" ہے۔

تفسیر مدارک میں ہے کہ "لھو الحدیث" سے مراد "بے ہودہ قصے اور سرود ہے" اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ "لھو الحدیث" تو غنا اور سرود ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ (الفرقان آیت ۷۲) ترجمہ:۔ اور جو بیہودہ باتوں میں شامل نہیں ہوتے۔

اس آیت مبارک کی تفسیر میں حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ "غنا" (سرود و سماع) کی مجلس میں حاضر نہیں ہوتے۔

اور حضرت امام الھدیٰ ابو منصور ماتریدیؒ فرماتے ہیں کہ جس نے ہمارے زمانے میں قاری کو کہا کہ تو نے (غنا سے قرآن شریف) بہت اچھا پڑھا ہے۔ تو ایسا کہنے والا کافر ہو جاتا ہے اور اس کی عورت اس سے جدا ہو جاتی ہے اور اس کی تمام نیکیاں اللہ تعالیٰ مٹا دیتا ہے۔

اور حضرت ابو نصر الدبوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت قاضی ظہیر الدین الخوارزمیؒ نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی گانے والے یا دوسرے کسی سے "غنا" (گانا) سنا یا حرام فعل کو دیکھا اور اعتقاداً یا بغیر اعتقاد کے اسے اچھا جانا، تو وہ اسی وقت مرتد ہو جاتا ہے، کیونکہ اس نے شرعی حکم کو باطل کیا ہے، اور جس نے شرعی حکم کو جھٹلایا وہ ہر مجتہد کے نزدیک مومن نہیں رہتا، اور نہ ہی اللہ تعالیٰ اس کی طاعت کو قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی سب نیکیوں کو مٹا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے۔

"غنا" (سرود و گانے) کی حرمت میں

آیتیں اور حدیثیں اور فقہ کی روایتیں اتنی کثرت سے ہیں کہ ان کا شمار کرنا دشوار ہے اس کے باوجود اگر کوئی شخص کوئی منسوخ حدیث یا غیر معتبر خلاف اصول روایت سرود کے مباح ہونے میں پیش کرے اس کا اعتبار نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ کسی فقیہہ نے کسی وقت اور کسی زمانے میں سرود کے مباح ہونے کا فتویٰ نہیں دیا ہے اور رقص اور پاکوبی (ناچنے) کو جائز نہیں جانا ہے۔

چنانچہ امام ہمام ضیاء الدین شامی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ منتقط میں مذکور ہے کہ حضرات صوفیاء کرام کا عمل حلال و حرام کے بارے میں سند نہیں ہے کیا اتنا ہی کافی نہیں کہ ہم ان کو معذور سمجھیں اور ملامت نہ کریں اور ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں لہٰذا اس جہان میں عمل کے لئے تو حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ و حضرت امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ و حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول معتبر ہے اور نہ کہ حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ و حضرت ابی حسن نوری رحمۃ اللہ علیہ کا عمل۔ اس وقت کے خام صوفیوں نے اپنے پیروں کے عمل کو بہانہ بنا کر سرود و رقص کو اپنا دین و ملت بنا لیا ہے اور انہیں طاعت و عبادت سمجھ لیا ہے وہ یہی لوگ ہیں۔

الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا

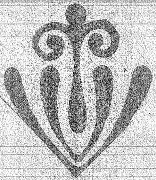
(الاعراف۔ آیت۔ ۱۵۱)

ترجمہ: جنہوں نے اپنا دین تماشا اور کھیل بنایا۔

اور سابقہ روایت سے معلوم ہو گیا ہے، کہ جو شخص کسی حرام فعل کو اچھا جانے وہ اہل اسلام کے زمرے میں سے نکل جاتا ہے اور مرتد ہو جاتا ہے لہٰذا خیال کرنا چاہیے کہ "سماع و رقص" کی مجلس کی تعظیم کرنا، بلکہ اسے طاعت و عبادت سمجھنا کس قدر برا ہے اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ ہمارے حضرات پیر اس امر (سرود و رقص) میں مبتلا نہ تھے اور ہم تابعداروں کو اس امر کی تقلید سے آزاد کر دیا ہے۔

سنا گیا ہے کہ مخدوم زادے سرود کی طرف مائل ہیں اور وہ جمعہ کی راتوں میں سرود و قصیدہ خوانی کی مجلس منعقد کرتے ہیں اور اکثر دوست اس معاملہ میں ان کی موافقت کرتے ہیں۔ تعجب ہے ہزار بار تعجب ہے کہ دوسرے سلسلوں کے مرید تو اپنے پیروں کو بہانہ بنا کر اس امر کا ارتکاب کرتے ہیں اور شرعی حرمت کو اپنے پیروں کے عمل سے دفع کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ اس عمل میں حق بجانب نہیں ہیں۔ مگر (اس سلسلہ نقشبندیہ کے) دوست اس امر کے ارتکاب میں کون سا عذر پیش کریں گے ؟ جبکہ شرعی حرمت ایک طرف ہے۔ دوسری طرف اس فعل سے نہ تو اہل شریعت راضی ہیں اور نہ ہی اہل طریقت۔ اگر شرعی حرمت نہ بھی ہوتی تو بھی طریقت میں نئے امر کا جاری کرنا برا ہے حالانکہ (موجودہ حالت میں) شرعی حرمت بھی اس کے ساتھ جمع ہے

(از مکتوب۔ ۲۶۶۔ دفتر اول)



حضرت عثمان ذی النورینؓ

خورشید علی مہر

پرتوِ نورِ محمدؐ، نور ذی النورینؓ ہے
عالم آرا جلوۂ مستور ذی النورینؓ ہے

فقر و استغنا کا عالم، عشق حق، عشق نبیؐ
ہر فضا گنجینۂ معمور ذی النورینؓ ہے

مول لے کر چاہِ روما کر دیا وقف آپؓ نے
یہ سِیَر میں قصّہ مشہور ذی النورینؓ ہے

منسلک تھیں آپؓ سے دو قرۃ العینِ رسولؐ
دو جہاں میں کب جوابِ نور ذی النورینؓ ہے

ناشرِ آئینِ حق، شیرازہ بندِ دینِ حق
مرحبا کیا کوشش مشکور ذی النورینؓ ہے

کور ذوق و کور باطن کس طرح سمجھیں اسے
کس کی شمع انجمن کا نور ذی النورینؓ ہے

جب تلک دنیا میں ہے مذکورِ حق، ذکرِ نبیؐ
مہرؔ تب تک دہر میں مذکورِ ذی النورینؓ ہے

نامور مسلم فاتحین

خالد بن عرفطہ العذری رضی اللہ تعالیٰ

مولانا غلام محمد سربازی

خالد بن عرفطہ العذری رضؓ قبیلہ بنی عذرہ سے تعلق رکھتے تھے۔ جو بنو زہرہ کا حلیف تھا۔ فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے۔ اور حضورؐ کی خدمت میں رہے۔ آپ سے روایت بھی کی ہے۔

تاریخ میں خالدؓ کا نام پہلی مرتبہ ہمیں قادسیہ کے عظیم معرکہ میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے جہاں وہ سعدؓ بن ابی وقاص کے نائب کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے قادسیہ سے قبل بھی جہاد میں نام پیدا کیا تھا

سعدؓ بن ابی وقاص معرکہ قادسیہ کے دنوں میں علیل تھے۔ جس کی وجہ سے لڑائی میں قیادت نہیں کر سکتے تھے۔ قادسیہ کے میدان کے کنارہ پر ایک اونچا محل تھا جس کی چھت پر بیٹھ کر وہ لڑائی کی نگرانی کرتے تھے اور اپنے احکامات و ہدایات جاری کرتے تھے۔ اس لیے انہوں نے خالدؓ کو اپنا نائب مقرر کیا تھا۔ وہ سعد کی ہدایات لشکر تک پہنچا رہے تھے اور ان ہدایات پر عمل کرانے کی نگرانی کر رہے تھے۔ انہوں نے خود بھی جنگ میں بنفس نفیس حصہ لیا اور ساتھ ہی وہ لڑائی کے بدلتے ہوئے حالات اور رفتار کی تفاصیل سے بھی سعدؓ کو مطلع کرتے رہے۔ حضرت سعدؓ اپنے احکامات کاغذ پر لکھ کر ان تک پہنچاتے تھے۔ (طبری ۲ : ۴۱۵)

اس طرح اسلامی افواج کے قائد عام کے نائب کی حیثیت سے انہوں نے اس عظیم معرکہ میں حصہ لیا۔

جب لڑائی ختم ہوئی تو سعدؓ نے انہیں مقتولین کا سامان اور مال غنیمت جمع کرنے اور شہداء و مقتولین کی تدفین کے فرائض سپرد کئے۔ (طبری ۲ : ۴۴۸)

جہاد کے موقع پر یہ دونوں ذمہ داریاں امین اور بیدار مغز سالاروں کے سپرد کی جاتی ہیں۔ پہلی ذمہ داری خالدؓ کی امانت و دیانت پر دوسری ان کی انسانیت پر دلالت کرتی ہے۔

یہ دونوں اہم فرائض ان کے ذمہ سونپنا اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت سعدؓ کا خالدؓ پر بہت زیادہ اعتماد تھا۔

قادسیہ سے فراغت کے بعد حضرت سعدؓ نے مدائن کی جانب کوچ کیا۔ اس وقت مسلمانوں کی افواج کے ہراول کی کمان خالدؓ کر رہے تھے۔ مدائن کے قریب انہوں نے ساباط فتح کیا جسے ساباط کسریٰ کہا جاتا تھا۔

(البلاذری ۳۷۹)

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ ہراول کی کمان زہرہ کر رہے تھے اور خالدؓ کو ساقہ کی کمان سپرد کی تھی۔

(الطبری)

مدائن کی فتح میں خالدؓ سعدؓ کے ساتھ تھے اور اس کے بعد بھی وہ سعدؓ کے ساتھ رہے یہاں تک کہ سعدؓ نے کوفہ کو آباد کیا تو خالدؓ بھی سعدؓ کے ساتھ کوفہ آگئے۔

ایک انسان کی حیثیت میں

دوسرے مسلمانوں کے ساتھ خالدؓ بھی کوفہ میں رہنے لگے۔ انہوں نے وہاں اپنے لیے ایک مکان بھی بنوایا۔ کوفہ میں سعدؓ کے خصوصی مشیر رہے اور بعد میں سعدؓ کے جانے کے بعد جو حضرات کوفہ کے گورنر مقرر ہوئے ان کے مشیر بھی رہے۔

خالدؓ تمام فتنوں سے بالکل الگ تھلگ رہے اور جو بھی خلیفہ مقرر ہوا۔ اس کی انہوں نے اطاعت کی۔ حضرت عثمانؓ کے خلاف سازشوں سے بھی دور رہے

اور حضرت عثمانؓ پر نکتہ چینی کرنے والوں کے وہ ہمیشہ مخالف رہے۔

حضرت علیؓ جب خلیفہ بنے تو ان کے ساتھ بیعت کی لیکن چونکہ مسلمانوں کے درمیان ہونے والی لڑائیوں کے بارے میں انہیں تردّد تھا (جس طرح حضرت سعدؓ ان لڑائیوں کے بارے میں متردّد تھے) اس لیے انہوں نے ان لڑائیوں میں حصہ نہیں لیا اور ان سے کنارہ کش رہے۔

جب حضرت معاویہؓ خلیفہ مقرر ہوئے اور کوفہ میں آئے اس وقت خالدؓ بھی کوفہ میں تھے۔ چنانچہ دیگر اہل عراق کی طرح انہوں نے بھی معاویہؓ سے بیعت کی۔

معاویہؓ نے اہل کوفہ سے کہا "جب تک تم ان کا صفایا نہ کروگے تم امان نہیں پاؤگے"۔

چنانچہ اہل کوفہ، خالدؓ کی قیادت میں نکلے اور ابی الحوساء کا مقابلہ کرکے اسے قتل کر دیا۔ خالدؓ نے اس معرکہ میں خوارج کا صفایا کر دیا۔ (الاصابۃ، اسد الغابۃ ۲: ۹۵/۹۹)

حضرت خالدؓ کی وفات ۶۰ھ (۶۷۹ء) میں ہوئی۔ بعض نے ان کی وفات ۶۱ھ میں بیان کی ہے۔

خالدؓ نہایت مخلص عقیدے والے انسان تھے۔ اپنی مرضی سے اسلام لائے اور اس پر ثابت قدم رہے۔ مسلمانوں کے درمیان فتنہ انگیزی میں انہوں نے قطعاً کوئی حصہ نہیں لیا۔ خوارج کا صفایا کرنے میں انہوں نے پورا حصہ لیا۔ کیونکہ خوارج مسلمانوں میں انتشار پھیلا رہے تھے اور ملک کے اندر انہوں نے ایک فتنہ و فساد کی فضا پیدا کر دی تھی۔

چنانچہ حضرت خالدؓ نے اپنے عقیدے کے دفاع میں اور فتنہ و فساد کو روکنے کی غرض سے ان کا مقابلہ کیا۔ خالدؓ نہایت سخی، بڑے مہمان نواز، غیرت مند اور بے حد شجاع تھے۔ وہ ہمیشہ مصلحت عامہ کے لیے کام کرتے تھے اور اجتماعی مصلحتوں کو ہمیشہ انفرادی مصلحتوں پر فوقیت دیتے تھے۔ انہوں نے کبھی عہدوں کی لالچ نہیں کی اور وفات کے بعد کوئی مال نہیں چھوڑا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اتنی فتوحات کے بعد بھی انہوں نے مال جمع نہیں کیا تھا۔

ایک سالار کی حیثیت سے

خالدؓ مکمل شخصیت کے مالک تھے اپنے ماتحتوں پر پورا ضابطہ رکھتے تھے۔ فوجی کارروائیوں کا فیصلہ دینے میں جلد بازی کے بجائے غور و فکر کے بعد فیصلہ دیتے تھے۔ اس وجہ سے ان کی کارروائیاں برمحل اور درست ہوتی تھیں۔ جس سے ان کی دماغی قابلیت اور اعلیٰ صلاحیتوں کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے وہ اپنے فیصلوں کو پورے عزم کے ساتھ نافذ کرتے تھے۔ وہ ایک مضبوط شخصیت کے مالک تھے۔ اور ساتھ ہی وہ اپنے ماتحتوں میں محبت و احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔

وہ اپنی فوجی کارروائیوں میں ہمیشہ "اچانک اور فوری حملے" کے اصول سے کام لیتے تھے۔ اپنے فوجی دستوں کو نہایت تیز رفتاری سے حرکت میں لاتے تھے اور دشمنوں پر اچانک اور فوری حملے کے ذریعے فتح حاصل کرتے تھے۔ دشمن کو بدحواس کرنے کے لیے وہ نئے طریقے اور اسلوب ایجاد کرتے تھے۔ معرکہ قادسیہ میں بھی انہوں نے ایک عجیب طریقے سے دشمنوں کے لشکر کو بدحواس کر دیا تھا۔ اپنے ساتھیوں کے مشورے سے انہوں نے حضرت قعقاعؓ کے چچازاد بھائیوں کے ذریعے اونٹوں کو جھول پہنا کر حملہ کروایا۔ اس طرح وہ ہاتھیوں کے مشابہ ہوگئے اور یہ اونٹ جہاں کہیں پہنچ جاتے تھے وہاں دشمن کے گھوڑے بدک جاتے تھے اور مسلمانوں کے گھڑسوار ان پر غالب آجاتے تھے۔

تاریخ میں جب کبھی معرکہ قادسیہ کا ذکر آئیگا وہاں خالدؓ کا ذکر ضرور کیا جائے گا کیونکہ وہ حضرت سعدؓ کے نائب تھے۔ اس طرح خالد بن عرفطہ نے اس عظیم معرکہ میں جس نے مسلمانوں کی فتوحات کے لیے ایرانی شہنشاہیت کے دروازے کھول دیے۔ ایک اہم کردار ادا کیا۔

جب سعدؓ بن ابی وقاص اور ان کے جہاد کا ذکر ہوگا تو ان کے ساتھ خالد بن عرفطہ کا ذکر بھی ضرور کیا جائے گا۔ سعدؓ کے فوجی کردار کے ذکر کے ساتھ خالدؓ کا ذکر لازمی ہے۔ کیونکہ انہوں نے ہمیشہ اسلامی فتوحات کا دائرہ بڑھانے میں سعدؓ کی مدد کی اور ساتھ ہی جو مفتوحہ علاقہ تھا اس میں نظم و نسق برقرار رکھنے اور انتظامی درستگی میں سعدؓ کی پوری مدد کی۔

(منبر الاسلام)

بچوں کا صفحہ

اپنے علم پر عمل کرو

محمد شفیع عمرالدین

آخرت میں فائدہ نہ دینے والا علم

الجامع الصغیر میں ہے :۔

عِلْمٌ لَا یَنْفَعُ کَکَنْزٍ لَا یُنْفَقُ مِنْهُ

ترجمہ : علم جو نفع نہ دے وہ اس خزانے کی مانند ہے جس سے خرچ نہ کیا جائے۔

ف : علم سے نفع تب ممکن ہے۔ جب اس پر عمل کیا جائے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ نہایت شوق اور رغبت کے ساتھ دین کا علم حاصل کرتے رہیں اور اس پر عمل کرنے میں بھی کوشاں رہیں۔

عالمِ بے عمل کی دوسری مثال

الجمعہ : آیت ۵۰

ترجمہ : ان لوگوں کی مثال جنہیں تورات اٹھوائی گئی تھی پھر انہوں نے اسے نہ اٹھایا گدھے کی سی مثال ہے جو کتابیں اٹھاتا ہے۔ ان لوگوں کی بہت بری مثال ہے جنہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔

حاشیہ شیخ الاسلام حضرت مولانا عثمانی رح :۔

"یعنی یہود پر "تورات" کا بوجھ رکھا گیا تھا۔ اور وہ اس کے ذمہ دار ٹھہرائے گئے تھے لیکن انہوں نے اس کی تعلیمات و ہدایت کی کچھ پروا نہ کی، نہ اس کو محفوظ رکھا۔ نہ دل میں جگہ دی۔ نہ اس پر عمل کر کے اللہ کے فضل و انعام سے بہرہ ور ہوئے۔ بلاشبہ تورات جس کے یہ لوگ حامل بنائے گئے تھے۔ علوم و ہدایات کا ایک ربانی خزینہ تھا مگر جب اس سے منتفع نہ ہوئے تو وہی مثال ہو گئی ؂

نہ محقق بود نہ دانش مند　　چارپائے برو کتابے چند

ایک گدھے پر علم و حکمت کی بیسیوں کتابیں لادو۔ اس کو بوجھ میں دبنے کے سوا کوئی فائدہ نہیں۔ وہ تو صرف ہری گھاس کی تلاش میں ہے۔ اس بات سے کچھ سروکار نہیں کہ پیٹھ پر لعل و جواہر لدے ہوئے ہیں یا خذف و سنگریزے۔ اگر محض اسی پر فخر کرنے لگے کہ دیکھو! میری پیٹھ پر کیسی کیسی عمدہ اور قیمتی کتابیں لدی ہوئی ہیں لہٰذا میں بڑا عالم اور معزز ہوں۔ تو یہ اور زیادہ گدھا پن ہو گا۔

یعنی بری قوم ہے وہ جس کی مثال یہ ہے۔ اللہ ہم کو پناہ میں رکھے۔"

قرآن کریم پڑھنا اور اس کے احکام پر عمل کرنا خوب نفع والا سودا ہے

الفاطر۔ آیت ۲۹۔ ۳۰

ترجمہ : بے شک جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور پوشیدہ اور ظاہر اس میں سے خرچ کرتے ہیں جو ہم نے انہیں دیا ہے۔ وہ لوگ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں کہ اس میں خسارہ نہیں تاکہ اللہ انہیں ان کے اجر پورے دے اور انہیں اپنے فضل سے زیادہ دے بیشک وہ بخشنے والا قدردان ہے۔

حاشیہ حضرت شیخ الاسلام رح

۱۔ یعنی جو اللہ سے ڈر کر اس کی باتوں کو مانتے اور اس کی کتاب کو عقیدت کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ نیز بدنی و مالی عبادات میں کوتاہی نہیں کرتے وہ حقیقت میں ایسے زبردست بیوپار کے امیدوار ہیں۔ جس میں خسارے اور ٹوٹے کا کوئی احتمال نہیں۔ بلاشبہ جب خدا خود ان کے اعمال کا خریدار ہو تو اس امید میں یقیناً حق بجانب ہیں۔ نقصان کا اندیشہ کسی طرف سے نہیں ہو سکتا از سر تا پا نفع ہی نفع ہے۔

۲۔ یعنی بہت سے گناہ معاف فرماتا ہے اور تھوڑی سی طاعت کی قدر کرتا ہے اور ضابطے سے جو ثواب ملنا چاہیے بطور بخشش اس سے زیادہ دیتا ہے۔

الصالحات شریف عورتیں

محمد مقبول عالم - بی اے

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ ؕ (۴ : ۳۴)

ترجمہ: شریف عورتیں وہ ہیں جو نیکوکار ہیں فرمانبردار ہیں اور (اپنے خاوندوں کی غیر موجودگی میں) حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں۔ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے (انہیں خاوندوں کی کفالت اور حفاظت میں دے کر) خود ان کی حفاظت کا سامان کر دیا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے آیت کے اس مختصر سے حصے میں شریف عورتوں کی تین خوبیاں بیان فرمائی ہیں:-

۱- وہ نیکوکار ہوتی ہیں۔ اُن کی زندگی کے ہر کام میں نیکی کا نور ہوتا ہے، وہ اللہ سے ڈرنے والی، اس کی خوشنودی چاہنے والی اور اس کی بندگی کرنے والی ہوتی ہیں۔ یہ اُن کے روحانی کمال کی دلیل ہے۔

۲- وہ فرمانبردار ہوتی ہیں اور اپنی دانش مندی اور حسن سلوک سے گھر میں امن کی فضا قائم رکھتی ہیں اور راحت کا سامان کرتی ہیں۔ یہ اُن کے اعلیٰ معاشرتی کردار کا نتیجہ ہوتا ہے۔

۳- وہ حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں۔ خاص طور پر جبکہ اُن کے خاوند گھر میں موجود نہ ہوں۔ وہ مال کی حفاظت کرتی ہیں اسے ضائع نہیں کرتیں، نہ فضول خرچی کرتی ہیں اور نہ حد سے زیادہ خرچ کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ وہ اپنے نفس کی حفاظت کرتی ہیں۔ اپنی عصمت کو قائم رکھتی ہیں۔ اور اس طرح اپنے شوہر اور خاندان کی عزت و ناموس کی محافظت کرتی ہیں۔ وہ اپنی اولاد کی بھی حفاظت کرتی ہیں اور ان کی اچھی تربیت کرتی ہیں۔ گویا وہ مال، عزت اور اولاد کی اعلیٰ درجے کی محافظ ہوتی ہیں۔ اس سے ان کی معاشی بصیرت نظام خانہ داری کی اہلیت کا پتہ لگتا ہے۔

وہ یہ تمام کام اپنا فرض سمجھ کر کرتی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود ان کی حفاظت اور کفالت کا سامان ان کے خاوندوں کے ذریعے سے کیا ہے۔ اس لیے جب ان کے خاوند باہر کمانے کے لیے جاتے ہیں تو وہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں پوری دیانت اور شرافت سے گھر کی حفاظت کرتی ہیں۔

مختصراً اس آیت مبارک میں ہمارے لیے سبق یہ ہے کہ شریف عورت وہ ہے۔ جو:-

۱- نیکوکار اور عبادت گزار ہو
۲- فرمانبردار ہو ——— اور
۳- گھر اور اس کے ناموس کی حفاظت شعار ہو۔

ہر مسلمان عورت کا فرض ہے کہ وہ اپنے اندر یہ صفتیں پیدا کرے۔ تاکہ ہمارا معاشرہ ایک اچھے معاشرے کی حیثیت سے ترقی کرتا رہے۔



قارئین کرام!

کتاب اللہ کے بعد مقام حدیث رسول اللہ کا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا مختصر سا حال ملاحظہ فرمائیے گا۔

ایک صحابیؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں ایک رات مسجد نبوی کے قریب سے گذرا میں نے دیکھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے ہیں مجھے بھی شوق آیا کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھوں چنانچہ میں نے بھی آپؐ کے پیچھے نیت باندھ لی (سبحان اللہ نصیب اچھا تھا ان لوگوں کا جنہوں نے آپؐ کی تلاوت سنی۔ آپؐ کے پیچھے نمازیں پڑھیں آپؐ کے دیدار انور سے فیضیاب ہوئے۔ برادران کرام کیا کہوں اور کس کو کہوں صحابی کی ایک نماز جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ادا کی گئی ہے تمام ان لوگوں کی نمازوں سے قیمتی اور وزنی قیامت کے دن ہوگی۔ جو صحابیت اور اقتدائے نبوت کی نعمت عظمیٰ سے محروم ہیں) صحابی فرماتے ہیں:۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ البقرۃ شروع فرمائی۔ جب آیت رحمت تلاوت فرماتے تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ جنت میں سیر کر رہا ہوں۔ جب آیت دعا تلاوت فرماتے تو معلوم ہوتا تھا کہ ایک فیاض ذات بھر بھر خزانے لٹا رہی ہے۔ اور لوٹنے والا لوٹ رہا ہے۔

واقعی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت ہو بھلا پھر یہ اثر اور کیفیت کیوں نہ ہو اب بھی حضور کے امتی ایسی پُر اثر تلاوت کرتے ہیں کہ مومن تو مومن کافر بھی ان کی تلاوت سننے کے لئے مجبور ہو جاتا ہے۔ میں نے اپنے استاد حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ کو ایک سفر میں تہجد کی نماز ادا کرنے اور تلاوت فرماتے سنا تھا۔ چاندنی چمک رہی تھی۔ فضا میں سکون تھا۔ ایک اللہ کا بندہ ہاتھ باندھ کر اپنے مولیٰ کے حضور مالک کا کلام پیش کر رہا تھا۔ اس کی برکت کے کیا انوار تھے ان کو کیسے تحریر میں لاؤں کیسے بیان کروں قلم اور زبان۔ تحریر اور بیان سے منکر ہیں۔ کاش وہ گھڑی ایک مرتبہ پھر نصیب ہو جاتی۔ لیکن یہ ایک آرزو ہے جو پھر نہیں آسکے گی۔ بہرحال صحابی فرماتے ہیں

کہ میں نے خیال کیا کہ سو آیتیں تلاوت فرما کر رکوع کر دیں گے۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے تلاوت فرمانا شروع کر دی۔ خیال کیا کہ دو سو آیتیں تلاوت فرما کر رکوع فرما دیں گے جب ایسا نہ ہوا تو خیال کیا کہ سورۃ ختم ہوگی تو رکوع فرما دیں گے حتیٰ کہ سورۃ ختم فرما کر اللھم لک الحمد تین مرتبہ فرمایا اور آل عمران شروع فرمائی۔ میں نے خیال کیا کہ اس کے ختم کرنے کے بعد رکوع فرمائیں گے چنانچہ سورۃ آل عمران ختم ہوئی پھر تین مرتبہ اللھم لک الحمد پڑھا اور سورۃ المائدہ شروع فرما دی اور یہ سورۃ بھی پوری تلاوت فرمائی۔ اس کے بعد آپؐ نے رکوع کیا۔ قارئین کرام ہمارے آقا کی یہ اول رکعت ہے۔ تقریباً پانچ پارے ایک رکعت میں ہوئے اور پھر آپ کی تلاوت بڑے سکون اور اطمینان سے تجوید و قرأت خوف و خشیت خشوع و خضوع سے ہوتی تھی۔ ہم لوگوں والی تلاوت کی طرح جلدی جلدی نہ ہوتی تھی۔ ابھی دوسری رکعت کا حال باقی ہے۔ یہی تو وجہ تھی مالک کی پیشی سے فارغ ہوتے تو پائے مبارک ورم کر جاتے تھے۔ جب صحابہؓ اپنے سردار کی یہ کیفیت جسمانی دیکھتے صبر نہ ہو سکتا تھا۔ عرض کرتے آقا آپؐ کے مالک نے آپؐ کو بخش دیا ہے۔ آپؐ کی فضیلت اور مناقب کی آیات تلاوت فرماتے تو ہادیٔ برحق جواب میں ارشاد فرماتے افلا اکون عبداً شکوراً میں اپنے مالک کا شکر گزار بندہ کیوں نہ بنوں بزرگو! جس کو نماز کا مزہ آگیا اس کو اپنی خبر نہیں رہی۔

ابو اسحاق مشہور محدث ہیں سو برس کی عمر میں وفات پائی افسوس کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ بڑھاپے میں نماز کا مزہ جاتا رہا دو رکعتوں میں صرف دو سورتیں پڑھی جاتی ہیں۔ سورۃ البقرہ اور سورۃ آل عمران اندازہ فرمائیں یہ سو برس کے بوڑھے کی بے لطفی نماز ہے۔ جوانی میں مزہ والی نماز کا کیا حال ہوگا۔ یہ تلاوت تقریباً پونے چار پارے بنتی ہے۔ ہم جوان تو تراویح میں سوا پارہ بھی مشکل سے گر پڑ کر سو جاگ کر سنتے ہیں۔ اس میں بھی فکر رہتی ہے کہ کوئی جلدی پڑھنے والا حافظ مل جائے تو اچھا ہے۔ (تہذیب التہذیب)

محمد بن سماک فرماتے ہیں کہ کوفہ میں میرا ایک پڑوسی تھا۔ اس کا ایک لڑکا تھا۔ جو دن کو ہمیشہ روزہ رکھتا رات بھر نماز میں مصروف رہتا سوکھ کر صرف ہڈیوں کا پنجرہ اور کھال کا لفافہ رہ گیا۔ رنگ زرد ہو گیا۔ اس کے والد نے مجھے کہا ذرا اس کو سمجھاؤ میں ایک روز اپنے دروازہ پر بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک وہ بھی آگیا۔ میں نے اس کو بلایا۔ اس نے آکر سلام کیا اور بیٹھ گیا۔ میں نے بولنا شروع کیا۔ فوراً بولا چچا جان میں سمجھ گیا ہوں۔ آپ محنت کی کمی کا مشورہ دیں گے۔

چچا جان اس محلہ کے ہم چند لڑکوں نے عہد کیا کہ دیکھیں کون نماز اور روزہ میں ایک دوسرے پر سبقت لیتا ہے اس روز سے ہم ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش میں مستعد رہے۔ حتیٰ کہ میرے وہ سب ساتھی اپنے رب کے پاس چلے گئے۔ اب میں اکیلا بقید حیات ہوں اور دن میں دو مرتبہ میرے اعمال ان پر پیش کیے جاتے ہیں۔ چچا جان انہوں نے بڑے بڑے مجاہدے کیے ان کی محنتیں اور مجاہدے بیان کرنے لگا۔ محمد بن سماک فرماتے ہیں کہ ان کے مجاہدے سن کر ہم حیران ہو گئے اس کے بعد وہ لڑکا اٹھ کر چلا گیا تیسرے دن ہم نے سن لیا کہ وہ بھی رخصت ہو گیا ہے (نزہتہ)

اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ایک خلیفہ تھے مولانا عبدالواحدؒ انہوں نے ایک دن فرمایا کہ کیا جنت میں نماز نہ ہوگی کسی نے عرض کیا حضرت وہاں نماز کیسی جنت تو نیکیوں کا بدلہ ملنے کی جگہ ہے۔ نیکیاں کرنے کی جگہ تو نہیں نیکیاں کرنے کی جگہ تو دنیا ہے۔ اس پر ایک چیخ ماری اور رونے لگے اور فرمایا بغیر نماز کے جنت میں کیسے گزرے گی۔ غور فرمایئے کیا مزہ ہے نماز کا جنہوں نے نماز کے مزہ کو اس دنیا میں چکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی نماز میں مٹھاس رکھ دی۔ ان کو جنت بھی مزہ نہیں دیتی اور نماز کے چھوٹنے پر افسوس کرتے ہیں۔

تعارف و تبصرہ

تذکرہ مصنفین درس نظامی

ملا نظام الدین (م ۱۱۶۱ھ ۱۷۴۸ء) کا وضع کردہ نصاب تعلیم ان کے نام کی نسبت سے "درس نظامی" کے عنوان سے معروف ہے برصغیر کی درس گاہوں میں ایک عرصہ سے یہ نصاب پڑھایا جا رہا ہے اور اس نصاب کو پڑھ کر ایسے ایسے نامور لوگ سامنے آئے جن میں سے ایک ایک فرد اپنی مثال آپ تھا۔ ملا صاحب نے تمام ضروری علوم و فنون کی بہترین کتابیں منتخب کر کے انہیں دوام دیا اور اس رواج کو اتنی مقبولیت نصیب ہوئی کہ آج دو سو سال سے زائد عرصہ گذر جانے کے باوجود بھی اس نصاب میں برائے نام ترمیم کے بغیر کوئی تبدیلی نہیں ہوئی اس نصاب میں شامل کتابوں اور ان کے مصنفین کے حالات سے باہر کی دنیا تو کیا واقف ہو گی بقول حافظ نذر احمد اندرونی دنیا بھی بہت کم واقف ہے اور ہمارے خیال میں اس کا سبب یہ ہے کہ یہ تاریخی موضوع ہے اور ہمارے یہاں تاریخ کو اس کی خاطر خواہ حیثیت نہیں دی گئی۔ بہرحال اختر راہی صاحب اہل علم اور طالبان علوم کے شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے محنت شاقہ کے بعد یہ کتاب مرتب کی اور ایک ایک مصنف کا خاطر خواہ تعارف کرا دیا۔ اختر صاحب شعبہ تاریخ کے پروفیسر ہیں تاریخ ان کا موضوع ہے۔ لیکن ان میں رسمی تاریخ سے بڑھ کر تحقیق کا مادہ بھی موجود ہے اور یہ کتاب اس کا منہ بولتا ثبوت ہے ہمارے خیال میں انہوں نے یہ کتاب لکھ کر نہ صرف تاریخی بلکہ ایک علمی ضرورت کو پورا کیا ہے اور ہم خواہش رکھیں گے کہ اس کتاب کا مطالعہ درس نظامی کے طلباء کے لئے لازمی قرار دیا جائے اور اس کا باقاعدہ امتحان ہو۔ مکتبہ رحمانیہ ۱۸۔ اردو بازار لاہور نے بڑے اچھے انداز سے کتاب کو شائع کیا ہے۔

قیمت ۲۴/- روپے ہے۔

درس قرآن

دو سو صفحات کی یہ کتاب مولانا عبدالرحیم صاحب۔ مرجانی کی قلمی کاوش ہے جس میں موصوف نے قرآنی تعلیمات کو مختلف عنوانات کے تحت بڑی خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا ہے مقدمہ کے علاوہ عقائد، اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ کے مرکزی عنوانات قائم کر کے ذیلی عنوانات میں تمام اہم اور ضروری امور کو شامل کر لیا گیا ہے موصوف نے ہر عنوان کے مناسب حال قرآنی آیات پیش کر کے حضرت شیخ الہند قدس سرہ کے ترجمہ کے بعد آسان الفاظ میں ضروری تشریحات سپرد قلم کی ہیں کتاب پر حضرت محقق العصر مولانا الشیخ محمد سرفراز خان صاحب مولانا غلام اللہ خان صاحب اور حضرت مولانا القاضی محمد شمس الدین صاحب کی تقریظات موجود ہیں۔ جو کتاب کیلئے قیمتی سند ہیں۔ مولانا محمد سرفراز خان صاحب کے چند جملے ملاحظہ ہوں۔

اللہ تعالےٰ جزائے خیر عطا فرمائے
فاضل نوجوان . . . . . کو جنہوں نے درس قرآن کے نام پر ایک نہایت پاکیزہ اور سلیس مجموعہ مرتب کیا ہے جس میں الجھے بغیر سلجھے ہوئے انداز سے عقائد و عبادات اعمال و اخلاق کو نصوص قطعیہ سے واضح کیا ہے . . . .

موصوف نے کتاب کی ظاہری شکل و صورت کو بھی خوب سے خوب تر بنانے کی سعی کی ہے اور تبلیغی نقطہ نظر سے قیمت انتہائی کم یعنی صرف -/۱۲ روپے رکھی ہے - ہمیں امید ہے کہ کتاب و سنت کی واضح رہنمائی سے اپنی عاقبت سنوارنے کا جذبہ رکھنے والے حضرات قدر کرتے ہوئے کتاب کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی طرف متوجہ ہوں گے -

ملنے کا پتہ : جامع اشاعت القرآن
جامع مسجد چک والا دروازہ -
بھیرہ ضلع سرگودھا -

اردو نثر کا آغاز و ارتقاء

زیر تبصرہ کتاب ایک صاحب تحقیق مصنف کا وہ تحقیقی مقالہ ہے جو موصوفہ نے ڈاکٹریٹ کی غرض سے لکھا اور پھر جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن جیسی مثالی یونیورسٹی نے اسے قبول کرتے ہوئے انہیں ڈاکٹریٹ کی ڈگری سے نوازا - موصوفہ آج بھی اسی مادر علمی میں مصروف تدریس ہیں - اس مقالہ کو کراچی کے ایک معروف اشاعتی ادارہ کریم سنز پبلشرز جمشید روڈ ۳ ، کراچی نمبر ۵ نے بڑے حسن و اہتمام سے شائع کیا ہے کتاب کا مختصر لیکن جامع تعارف ڈاکٹر معین الدین صاحب عقیل نے کرایا ہے جس میں انہوں نے بتلایا ہے کہ مصنفہ کی یہ کاوش بالکل اچھوتی اور اپنی مثال آپ ہے کیوں کہ انہوں نے کسی خاص دور یا کسی خاص مصنف کو سامنے نہیں رکھا بلکہ اس مظلوم زبان کے آغاز و ارتقاء پر بڑی جامعیت سے قلم اٹھایا ہے -

موصوفہ نے ۱۲۳ کے لگ بھگ مختلف علوم و فنون کی معیاری کتابوں اور رسائل سے مدد لے کر اس مقالہ کیلئے جانکاہ محنت کی ہے اور اس کے ساتھ ہی ہندوستان کے نامور ادبا اور اہل قلم سے مسلسل مشورے اور رہنمائی حاصل کی ہے - واقعہ یہ ہے کہ اس کتاب کو پڑھ کر اردو کے متعلق دل و دماغ کے دریچے کھل جاتے ہیں اور اندازہ ہوتا ہے کہ اردو میں کتنی جان ہے اور یہ زبان کتنی صلاحیتوں کی مالک ہے افسوس یہ ہے کہ خود اپنے وطن میں آج تک اس زبان کے ساتھ انصاف نہیں ہو سکا اور یہاں انگریزی دور کا گھسا پٹا نصاب تعلیم اور اس کی دفتری زبان مسلط ہے حالانکہ مسٹر جناح سے لے کر اب تک ہر حکمران نے اردو کا قصیدہ پڑھا لیکن بات آگے نہ بڑھ سکی ستم تو یہ ہے کہ ہمارے یہاں کے وہ نامور ادبا جنہیں دنیائے ادب کا رستم و اسفندیار ہونے کا دعویٰ ہے انہوں نے بھی آج تک اس زبان کی نشوو ارتقا پر اتنی خوب صورت کتاب نہیں لکھی ہمارے یہاں کے ادیبوں نے سرکاری اور غیر سرکاری دوائر سے جتنے انعامات اور مختلف طرح کی مراعات حاصل کی ہیں اگر وہ اسی کا خیال کر کے اس زبان کی کچھ خدمت کر دیتے تو بھی کچھ نہ کچھ ہو جاتا -

بہر حال یہ کتاب جہاں اپنے موضوع پر ایک معیاری کتاب ہے وہاں پاکستانی ادباء دانشوروں اور اردو کے غم خواروں کے لئے ایک تازیانہ ہے - کتاب -/۴۰ روپے میں دستیاب ہے ہمیں امید ہے کہ کتاب کی اہمیت کے پیش نظر اس کی قدر کی جائے گی ------- (علوی)

(انسانی نسل کشی کا دوسرا نام)

غاندانی منصوبہ بندی؟

بڑا کنبہ
بڑا ثواب

- حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو لوگ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے ان میں سے ایک وہ ہوگا جس کا کنبہ بڑا ہو۔ اور اس کے اعمال تقوٰی سے آراستہ ہوں"۔ (ابن خزیمہ و ترمذی ترغیب صہ۱۵ جلد ۳)
- حضرت کعب بن عجرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "جو اپنے چھوٹے بچوں کو پالنے کیلئے دوڑ دھوپ کرتا ہے، اُسے اللہ کے راستے میں جہاد کرنے کا اجر ملتا ہے۔ (طبرانی برجالہ الصحیح ترغیب صہ۱۶ جلد ۳)
- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "جب بندے کے گناہ زیادہ ہوجاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُسے بال بچوں کے فکر میں مبتلا کر دیتا ہے۔ تاکہ اس غم و فکر کی وجہ سے اس کے گناہ مٹتے رہیں ——— (احمد احیاء العلوم صہ۳۷ جلد ۲)
- حجۃ الاسلام امام غزالیؒ لکھتے ہیں "بعض ایسے گناہ ہوتے ہیں جن کو بال بچوں کا فکر اور معاش کا غم ہی مٹا سکتا ہے ——— (احیاء العلوم صہ۳۷ جلد ۲)
- حضرت عبداللہ بن مبارکؒ جب ایک میدان جنگ میں جہاد کر رہے تھے۔ اپنے ساتھیوں سے فرمایا "کیا تم جانتے ہو کہ ہمارے اس جہاد کے عمل سے کس کا عمل بہتر ہے؟ ——— پھر خود ہی فرمایا ——— "جس کے بال بچے زیادہ ہوں، اور کسی کے آگے دستِ احتیاج نہ پھیلاتا ہو اگر وہ رات کو اٹھ کر اپنے بچوں کو جو اوپر سے ننگے سو رہے ہوں۔ اپنی چادر سے ڈھانپ دے تو اس کا یہ معمولی عمل ہمارے اس جہاد سے افضل ہے ———"
- ایک شخص نے اپنے شیخ کو لکھا ——— "حضرت دعا کیجئے کہ میں بال بچوں کے عذاب سے چھوٹ جاؤں ——— آپ نے واپسی جواب میں لکھا ——— "اگر عذاب سے چھوٹ جاؤ گے۔ تو ثواب سے بھی چھوٹ جاؤ گے ———"
- حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ لکھتے ہیں ——— جو حاملہ عورت اپنے بچے کا بوجھ اٹھاتی ہے، اُسے رات کو قیام اور دن کو روزہ رکھنے اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے ——— اور جب وضع حمل کی تکلیف برداشت کرتی ہے تو اُسے اس کی ہر تکلیف کے بدلے میں ایک ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے ———

اور جب ماں، اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہے۔ وہ جتنی مرتبہ پلائے گی تو اُسے ہر مرتبہ اللہ کی طرف سے ایک اجرِ عظیم ملتا ہے ——— (الحدیث)

غنیۃ الطالبین صہ۱۲۴



عازمینِ حج وزیارت کے داخلہ کے ایام کی مناسبت سے

قاضی عبدالحلیم اختر، کلاچی

حسرت بھری نگاہ کو اُن کا پیام ہے
تسکین، فقیر و میر بس میرا نام ہے

اُس دل کی قدر و عزت و توقیر کیا کہوں
جس میں لگن محمد صلی اللہ علیہ وسلم خیرالانام ہے

جلوہ رُخِ حبیبؐ کا دیکھو ہزار بار
آنکھوں کو نیچے رکھنا ادب کا مقام ہے

مجھ کو نہیں ہے شوق سخن شعر کا نسیم
لیکن بہ ایں بہانہ درود و سلام ہے

اختر کے دل میں ایک تمنّا رچی بسی
کہہ دیں حضورؐ مجھ کو یہ میرا غلام ہے



کوئی نہ مانے!

خاتونِ جنت بی بی فاطمۃ الزہراؓ کا فرمان

عورت کی خوبی ——— دو باتوں میں ہے :-

ا- یہ کہ اُسے کوئی غیر محرم نہ دیکھے۔ ۲- یہ کہ وہ بھی کسی غیر محرم کو نہ دیکھے۔

مگر ؎

اب نہ پردہ ہے نہ احساسِ حیا باقی ہے
حسن بے باک ہے اور مکر و ریا باقی ہے

مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور

- قرآن کریم معہ ترجمہ حضرت الامام لاہوریؒ و ربط آیات جس کو بر صغیر کے ہر مکتب فکر کے مستند علماء نے پسند کیا۔ ہدیہ قسم اول ۷۰/ روپے قسم دوم ۵۰/- روپے
- خطبات جمعہ: حضرت لاہوریؒ کے مشہور عالم خطبات جمعہ جسے نئے انداز سے دو حصوں میں طبع کرایا جا رہا ہے۔ (زیر طبع) حصہ اول ۱۸/۰۰ حصہ دوم ۲۱/۰۰
- مجالس ذکر: حضرتؒ کی اصلاحی تقاریر کا قیمتی خزانہ، نیا اندازی ترتیب۔ حصہ اول: ۱۸/۰۰ روپے۔ حصہ دوم: ۲۱/۰۰ روپے (زیر طبع)۔
- اسلامی تعلیمات: حضرت مولانا عبید اللہ انورؒ کے خطبات و مواعظ کا قیمتی مجموعہ۔ ہدیہ: ۲۴/- روپے
- ملفوظات: حضرت لاہوریؒ کے ملفوظات کا دل آویز گلدستہ۔ ۷/۵۰ ،،
- گلدستہ صد احادیث نبوی ترجمہ و تشریح حضرت لاہوریؒ۔ ۱/۵۰
- خلاصۃ المشکوٰۃ: حدیث کی مشہور کتاب مشکوٰۃ کا خلاصہ۔ حضرت لاہوریؒ کی محنت کا شاہکار۔ ہدیہ ۹/۰۰ (زیر طبع)
- اصل حنفیت:۔ مذہب حنفی کی سچی تصویر حضرت لاہوریؒ کے قلم سے۔ ۱/۵۰
- ہماری آزادی: مولانا ابو الکلام آزاد کی مشہور زمانہ کتاب کا اردو ترجمہ خوبصورت کتابت و طباعت اور مضبوط جلد صفحات ۵۰۰ سے زائد۔ قیمت ۲۵/- روپے
- **ید بیضا**: حضرت لاہوری قدس سرہ کے شیخ و مربی حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کی مبسوط سوانح حیات۔ حامی عبیدی کے قلم سے! ہدیہ ۲۵/-

---

حضرت لاہوری قدس سرہ کے ۲۵ رسائل کا سیٹ بھی انشاء اللہ
عنقریب تیار ہو جائے گا۔

المعلن:۔ ناظم شعبہ نشر و اشاعت انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور۔

منظور شدہ محکمہ تعلیم
۱: لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G ۱۶۳۲۱ مورخہ ۲ مئی ۱۹۵۶ء ۲: پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری TBC ۲۲۷-۲۳۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
۳: کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۲۰۷۷۶/۹/۳۹-۹-DA مورخہ ۲۱ اگست ۱۹۶۳ء ۴: راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر GM/۲۰-۱۵۳۱۰ مورخہ ۳ مارچ ۱۹۶۹ء